شہنشاہ کون

از: اعلیحضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ناشر: رضا اکیڈمی بمبئی

شہنشاہ کون؟

مسمّٰی بنام تاریخی

فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ ھ

۱۳ ۲۶

تصنیف

اعلیحضرت امام اہلِ سُنت مجدد دین وملت

مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بفیض حضور مفتئ اعظم حضرت علامہ الشاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ بمبئی ۳

فون: ۳۷۰۲۲۹۶

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۱۵

- نام کتاب ـــــ فقہ شہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ
- تصنیف ـــــ مجدد اسلام امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ
- ترجمہ و تحشیہ ـــــ مولانا آلِ مصطفےٰ مصباحی
- کاتب ـــــ ظفر الاسلام ادروی قادری
- پروف ریڈنگ ـــــ ضمیم احمد نوری و قمر احمد اشرفی بھاگلپوری

- سن اشاعت ـــــ ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۸ء
- ناشر ـــــ رضا اکیڈمی بمبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اہلِ سنّت کیلئے یہ بات بڑی شرم کی ہے کہ سیّد نا سرکار اعلیٰحضرت امام اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ۶۸ سالہ عمر شریف میں جو سرمایۂ علم و فن چھوڑا تھا، آج ان کے وصال کو ۸۰ سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور ہم ان کی خدمات کو دنیا کے سامنے پیش بھی نہ کر سکے۔ ہاں ہمارے اکابر حضور مفتی اعظم، حضرت صدر الشریعہ اور مولانا حسنین رضا خاں ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں، منشی لعل محمد مدراسی، قاضی عبد الوحید فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ نے اعلیٰحضرت کی جتنی تصانیف شائع کی ہیں وہ ہمیشہ یاد رہیں گی کیوں کہ ان سے پہلے کسی نے اعلیٰحضرت پر کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔ پھر کافی زمانہ تک خاموشی چھائی رہی اور تصانیفِ اعلیٰحضرت کو شائع کرنے میں ہم اہلِ سنّت سُست رہے اور ہماری توجہ جلسوں، کانفرنسوں کی طرف زیادہ ہوگئی۔ ابھی چند سالوں سے الحمدُ للہ پھر بیداری پیدا ہوئی ہے اور تصانیفِ اعلیٰحضرت کو شائع کرنے کا سلسلہ پھر زور و شور سے شروع ہو گیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے بعض ادارے جیسے "المجمع الاسلامی مبارکپور"۔ "جامعہ نظامیہ لاہور" "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی" اور "رضا اکیڈمی مانچسٹر" قابلِ ذکر ہیں۔

رضا اکیڈمی پر سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم کا کرم خاص ہے کہ اس نے اب تک ۱۱۶ کتابیں شائع کر چکی ہے اور اب ۱۰۰ کتابیں وہ بھی صرف اعلیٰحضرت کی شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ انہیں کتابوں میں سے ایک کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ۱۰۰ کتابوں کا جمع کرنا بھی بڑا مسئلہ تھا لیکن نبیرۂ اعلیٰحضرت حضرت مولٰینا محمد توصیف رضا خاں صاحب، مولانا محمد شرف قادری صاحب لاہور، مولانا محمد شہاب الدین رضوی صاحب، مولانا عبد الستار ہمدانی صاحب، جناب محمد علی رضوی صاحب وغیرہ نے ہمارا تعاون کیا۔ ان کتابوں کا اجرا ۱۰ شوال ۱۴۱۸ھ کو ممبئی میں ہوگا۔ اس میں رضا اکیڈمی کی جانب سے نائب حضور مفتی اعظم حضرت علّامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، بحر العلوم حضرت علّامہ مفتی عبد المنان صاحب مبارکپوری، حضرت علّامہ مفتی غلام محمد صاحب ناگپوری، حضرت علّامہ ارشد القادری صاحب، اور حضرت علّامہ مفتی محمد جلال الدین صاحب امجدی کو ان کی دینی و مذہبی اور مسلکِ اعلیٰحضرت کی ترویج و اشاعت میں نمایاں خدمات پر "امام احمد رضا ایوارڈ" پیش کیا جائے گا۔

دُعا فرمائیں کہ رب تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے صدقے میں ہم ارکینِ رضا اکیڈمی کو مسلکِ اعلیٰحضرت کا سچا و پکا خادم بنائے۔

اسیرِ مفتیٔ اعظم
محمد سعید نوری
بانی و سکریٹری جنرل رضا اکیڈمی۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۸ ہجری

حامداً و مصلیاً

آغازِ سُخن

از قلم :ــــــ مولینا آلِ مصطفٰے مِصباحی مدرس جامعہ امجدیہ گھوسی

مجدد دین وملت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کا ایک گرانقدر پہلو ان کی نعتیہ شاعری بھی ہے۔ جس سے ان کی عظمت فکر و فن، جولانیٔ طبع اور عشق رسول کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ عشق رسول تو ان کی زندگی کا لافانی سرمایہ ہے۔ اور یہی ان کی نعتیہ شاعری کا اصل سبب اور محرک ہے ــــــ نعتیہ شاعری دوسرے اصنافِ سخن کی طرح نہیں، بلکہ اس کا دائرہ فکر محدود ہے ــــــ چنانچہ "الملفوظ" میں فن نعت گوئی کے سلسلہ میں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا یہ واضح ارشاد موجود ہے۔

> "حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے ...... غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں۔ اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حدبندی ہے۔" (الملفوظ دوم ص: ۳۹، ۱۴۱)

مگر اس کے باوجود ان کا نعتیہ کلام تخیل کی بے راہ روی، افراط و تفریط کے عیب اور شرعی نقائص سے پاک ہے کیونکہ انہوں نے قرآن وحدیث ہی کو اپنی نعتیہ شاعری کا ماخذ بنایا۔ خود فرماتے ہیں ؎

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ ؞ بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ٭ یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

آداب شریعت کے علاوہ زبان وادب اور فنی نقطۂ نظر سے بھی ان کی نعتیہ شاعری درجۂ کمال کو پہونچی ہوئی ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار عشق و محبت اور احترام و عقیدت کے جذبات سے لبریز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صاحبِ دل جب ان کا نعتیہ کلام سنتا ہے تو بے اختیار اس کا دل بھر آتا ہے۔ پھر وہ ایک کرب انگیز تاثر ایک جگر دوز خلش اور ایک پُر لطف کسک محسوس کرتا ہے۔ اس کا دل اضطرابی کیفیتوں اور عشق کے والہانہ جذبات سے سرشار ہو جاتا ہے —— امام اہلسنت کی نعتیہ شاعری کی یہی وہ زندہ خصوصیت ہے جو ان کے اشعار کو ہر زمانہ اور ہر ماحول میں یکساں تازگی اور شگفتگی بخشتی ہے۔ یقیناً وہ ایک سچے عاشقِ رسول تھے ان کے تصورِ عشق میں پاکیزگی، بلندی اور لطافت تھی۔ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ عشق کی رعنائیوں سے خالی نہ تھا۔ انہوں نے اپنے نگار خانۂ دل میں عشق و محبت کی ایسی قندیل روشن کی تھی جس سے نہ صرف ان کا دل منور تھا، بلکہ آج بھی بہت سے قلوب اس سے منور رہیں۔ اس عاشق زار کا یہ عالم کہ جب اس کے عشق نے شدت پکڑی اور جذبات و احساسات جاگ اٹھے تو اس نے اپنے دل و نگاہ، ہوش و خرد، بلکہ اپنے خرمن ہستی کو بھی محبوب کے سامنے یوں پیش کر دیا ؎

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا،

جب ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء میں زیارتِ حرمین طیبین اور حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو وارفتگی شوق کی انتہا نہ رہی،

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوتے وقت وفورِ جذبات میں آپ نے اکیس ۲۱ اشعار پر مشتمل ایک نظم تحریر فرمائی ـــــ جس کا مطلع یہ ہے ؎

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو　　کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

یہ کیسی سوز و ساز میں ڈوبی ہوئی محاکات ہے ؟ جس کی سرشاری و سرمستی میں ہمیں ایک صحتمند عشق اور وجد انگیز محبت کا درس ملتا ہے ـــــ کمال یہ ہے کہ وہ اس اشتیاقِ دید میں تنہا نہیں رہنا چاہتے ۔ بلکہ دیگر حجاج کرام کو بھی دعوتِ عام دے رہے ہیں ۔

ع　حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

یہ اسی نعت کا مطلع ہے جس کے بارے میں پروفیسر مسعود احمد صاحب (ایم اے ، پی ایچ ڈی) نے ایک وجد انگیز واقعہ تحریر کیا ہے ، جسے ہم انہیں کے الفاظ میں مختصراً نقل کر رہے ہیں ۔

جب وہ (سید احمد شاہ قادری علیہ الرحمہ) حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور دربارِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مسجد نبوی کے باہر ایک مجلس جمی ہے ۔ سب روضۂ مبارک کی طرف متوجہ بیٹھے ہیں ، نواب رام پور بھی ہیں ۔ ایک نعت خواں فاضل بریلوی کی یہ نعت پڑھ رہا ہے ، جس کا مطلع ہے ؎

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو　　کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

ایک کیف و سرور کا عالم ہے ۔ مجلس پر رقت طاری ہے ۔ علمائے مدینہ فاضلِ بریلوی کی معجز کلامی کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے ـــــ

کان صاحب المشاهدة وصاحب مقام الفناء فی الرسول صلی الله علیه وسلم ۔ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۸۱)

اس واقعہ سے جہاں امام اہلسنّت کے عشق و محبت کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اس نعت کا ہر شعر اور ہر شعر کا ہر مصرعہ اور ہر مصرعہ کا ہر ہر لفظ بجائے خود شرعی و ادبی عیوب و نقائص سے پاک ہے ــــــ جو یقیناً اُن کے کمالِ فن، پابندی شرع اور عشق و محبت کی مکمل آئینہ دار ہے۔

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا ایک پُرمغز رسالہ "فقہ شہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللّٰہ" ہے۔ یہ رسالہ ایک استفتاء کا جواب ہے۔ استفتاء کرنے والے سیّد محمد آصف صاحب ہیں جنہوں نے ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ کو "حدائق بخشش" کے دو مصرعے پر تنقید کرتے ہوئے اعلیحضرت سے سوال کیا۔

(الف) ایک مصرعہ تو وہی جو اوپر مذکور ہوا۔ ع حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو۔ انہوں نے یہ لکھا کہ اس مصرعہ میں لفظ "شہنشاہ" شرعاً قابلِ ترمیم ہے۔ یعنی لفظ "شہنشاہ" کے بجائے "مرے شاہ" اگر استعمال کیا جائے تو ضرورتِ شعری بھی برقرار رہے گی اور حدیثِ ممانعت پر بھی عمل ہو جائے گا۔ ممانعت والی حدیث یہ ہے۔

اخنع الاسماء عند اللّٰہ یوم القیامۃ رجل تسمّیٰ ملک الاملاک ــــــ رواہ البخاری والمسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔

ترجمہ: روزِ قیامت اللّٰہ کے نزدیک ناموں میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار وہ ہے جس نے اپنا نام ملک الملوک (شہنشاہ) رکھا۔

لہٰذا اس حدیث کے پیشِ نظر بندوں میں کسی کو "شہنشاہ" نہیں کہا جا سکتا۔

(ب) دوسرا مصرعہ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس طرح ہے۔

ع بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

اس پر موصوف کی تنقید یہ تھی کہ یہ بھی شرعاً قابلِ ترمیم ہے۔ اسلئے کہ "مقلب القلوب" تو صرف ذاتِ باری عزّ اسمہٗ ہے۔ دل اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔

ان دونوں باتوں کے جواب میں امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے ایک مکمل رسالہ ہی تصنیف کر دیا۔ یہ رسالہ ان کے وفورِ علم، حفظ و استحضار قوتِ استدلال اور فکر و بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ ان جوابات کی تلخیص چند سطور میں یوں ہو سکتی ہے۔

الف (۱) اگر معنی مجازی مقصود ہو اور از راہِ تکبر نہ ہو تو "شہنشاہ" کا اطلاق اللہ کے برگزیدہ بندوں پر بلا شبہہ جائز و درست ہے۔

(۲) اگر از راہِ تکبر کوئی اس لفظ کو اپنے لئے استعمال کرے تو البتہ ناجائز و حرام ہوگا۔ بلکہ معنی حقیقیِ استغراقی کی صورت میں کفر۔

(ب) "مقلب القلوب" معنی حقیقی کے اعتبار سے اللہ عزّ وجل کے لئے خاص ہے۔ لیکن اللہ نے اپنے خاص بندوں کو بھی اس طاقت و قوت سے نوازا ہے۔ اس لئے عطائی مان کر اس کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ اس میں شرعاً کوئی نقص نہیں ——— تفصیل کے لئے رسالہ کا مطالعہ کریں۔

ویسے تو یہ رسالہ مختلف جگہوں سے کئی بار شائع ہو چکا ہے۔ مگر پھر بھی شدت سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ ادارہ "افکار حق" کے متحرک و فعّال ارکان نے اس ضرورت کی تکمیل کے لئے اشاعت کی طرف خاص توجہ مبذول کی۔ اور محترم جناب ڈاکٹر

سعید احسن قادری صاحب لکچرر میڈیکل کالج پونہ نے اس کی
اشاعت میں پوری مدد کی۔ یہ اُن کی کوششوں ہی کا نتیجہ ہے کہ
کتاب "آپ" کے ہاتھوں میں ہے۔

اسے دیدۂ و دل سے پڑھئے اور اپنے عقائد و افکار کے لئے غذا
فراہم کیجئے۔ اس سے پہلے ادارہ "افکار حق" نے چند کتابیں چھپوا کر
ملک بھر میں مفت تقسیم کی ہیں۔

اللہ تعالےٰ اس ادارہ کو ترقی عطا فرمائے اور اس کے ارکان و
معاونین کو جزائے خیر دے۔ اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اس
کے اشاعتی پروگراموں کو مزید آگے بڑھانے کا حوصلہ وجذبہ عطا
فرمائے ——— آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محتاج دُعا
آل مصطفےٰ مصباحی خادم جامعہ امجدیہ گھوسی
۵ / ربیع النور ۱۴۱۱ھ

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؕ

مسئلہ: از کانپور، محلہ فیل خانہ کہنہ مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل، مرسلہ سید محمد آصف صاحب ۸/ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ
حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت جناب مولانا صاحب دامت فیوضہم، بعد سلام مسنون الاسلام التماس مرام اینکہ ان دنوں جناب والا کا دیوانِ نعتیہ کمترین کے زیر مطالعہ ہے۔ بعد آداب ملازمان حضور کی خدمتِ بابرکت میں ملتمس ہوں کہ دو مصرع کے الفاظ شرعاً قابلِ ترمیم معلوم ہوتے ہیں۔ اور غالباً اس ہیچمداں کی رائے سے ملازمانِ سامی بھی متفق ہوں۔ اور در صورت عدم اتفاق جواب باصواب سے تشفی فرمائیں۔

ع حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو،

اس مصرع میں لفظ شہنشاہ خلاف حدیث ممانعت دربارۂ قول ملک الملوک ہے بجائے شہنشاہ اگر "مرے شاہ" ہو تو کسی قسم کا نقصان نہیں۔ دوسرا یہ مصرع حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کی تعریف میں۔

ع بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ دل خداوند کریم کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہی ذات مقلب القلوب ہے۔ چونکہ اس ہیچمداں سراپا عصیاں کو ملازمانِ جناب والا سے خاص عقیدت و ارادت ہے۔ لہٰذا امیدوار ہے کہ یہ تحریر محض اَلدِّیْنُ النُّصْحُ پر محمول فرمائی جائے بخدا فدوی نے کسی اور غرض سے نہیں لکھا ——

عریضۂ ادب سید محمد آصف عفی عنہٗ

الجواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ؛ ھُوَ الشَّاہُ ؛ وَالشَّاھَنْشَاہُ ؛ لَا مَلِکَ سِوَاہُ ؛ فَمَنِ ادَّعَاہُ دُوْنَہٗ فَقَدْ ضَلَّ وَتَاہَ ؛ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِ الْعَالَمِ ؛ مَالِکِ النَّاسِ دَیَّانِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ؛ اَلَّذِیْ مَلَکَ الْاَرْضَ وَ رِقَابَ الْاُمَمِ ؛ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ ؛ آمین

کرم فرمائے مکرم ذی اللطف والکرم مکرمی سیّد محمد آصف صاحب زید کرمہم ــــ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

نوازش نامہ تشریف لایا، ممنون فرمایا، حق سبحانہٗ وتعالٰی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کے صرف انہیں دو میں تأمل فرمانے سے شکر الٰہی بجا لایا کہ اس میں بحمد اللہ تعالٰی آپ کی سنّیت خالصہ اور محبت وتعظیم حضور پُر نور سیّد الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کا شاہد پایا۔ ورنہ تو کم بے ادب خذلہ اللہ تعالٰی کے نزدیک تو ان اوراق میں معاذ اللہ، معاذ اللہ ہزاروں شرک بھرے ہیں کہ ان دو لفظوں کو اُن سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ حالانکہ بحمد اللہ تعالٰی اس میں جو کچھ ہے اکابر ائمۂ دین واعاظم عرفائے کاملین کے ایمانِ کامل کا ایک مختصر نمونہ ہے۔ جیسا کہ فقیر کی کتاب "سَلْطَنَۃُ الْمُصْطَفٰی فِیْ مَلَکُوْتِ کُلِّ الْوَرٰی" کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ وللہ الحمد،

اب شکریہ کے ساتھ بتوفیقہٖ تعالٰی جواب عرض کروں۔ امید کہ جس خالص اسلامی محبّت سے یہ اطلاع دی اسی پر ان جوابوں کو مبنی سمجھ کر ویسی ہی نظر سے ملاحظہ کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

جواب سوال اوّل: لفظ شہنشاہ اوّلاً بمعنی سلطان عظیم السلطنۃ محاورات میں شائع وذائع ہے۔ اور عرف ومحاورہ کو افادۂ مقاصد میں دخلِ تام، قال اللہ تعالٰی: وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ (پ ۹ ع ۱۴) ــــ

خود ہمارے فقہائے کرام میں امام اجل علاء الدین ابو العلاء لیثی ناصحی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا لقب شاہان شہ، ملک الملوک تھا۔ ائمہ وعلمائے مابعد جوان کے فتاوے نقل کرتے ہیں اسی لقب سے انہیں یاد فرماتے ہیں۔ اور وہ جناب فقاہت مآب خود اپنے دستخط انہیں الفاظ سے کرتے۔ امام رکن الدین ابو بکر محمد بن ابی المفاخر بن عبد الرشید کرمانی جواہر الفتاوی کتاب الاجارہ باب سادس میں فرماتے ہیں۔

قَالَ الْإِمَامُ الْقَاضِیْ مَلِكُ الْمُلُوْكِ اَبُو الْعَلَاءِ النَّاصِحِیُّ لَمَّا سُئِلَ عَمَّنْ اٰجَرَ اَرْضًا مَوْقُوْفَةً مِأَةَ سَنَةٍ هَلْ يَجُوْزُ۔

امام، قاضی، شاہوں کے شاہ ابو العلاء ناصحی سے یہ استفتاء کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک موقوفہ زمین سال بھر کے لئے اجارہ میں دی، تو کیا اس کا یہ فعل از روئے شرع جائز و درست ہے۔ ۱۲م

افتی ببطلان الاجارۃ معشر من زمرۃ الفقہاء قطعاً لازماً

فقہاء کی ایک جماعت نے فتویٰ دیا کہ یہ اجارہ قطعی اور لازمی طور پر باطل ہے۔ ۱۲م

وبذالك افتی للتدین حسبۃ کیلا اکون بما احوز ظالماً

میرا عدم جواز کا یہ فتویٰ دینا دینداروں کے لئے کافی ہے تاکہ میں اپنی جمع کردہ چیزوں کی وجہ سے ظالم نہ ہو جاؤں۔ ۱۲م

ملك الملوك ابو العلاء مجیبۃ لمعز دین اللہ یدعوا دائماً

شاہوں کے شاہ ابو العلاء اس کا مجیب ہے دین الٰہی کے غلبہ کیلئے ہمیشہ دعا گو ہے ۱۲م

اسی کتاب القضا میں ایک اور مسئلہ اس جناب سے بایں عنوان نقل فرمایا۔

قَالَ الْقَاضِیْ الْإِمَامُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ اَبُو الْعَلَاءِ النَّاصِحِیُّ ــــــ

قاضی، امام، شاہوں کے شاہ ابو العلاء ناصحی نے کہا۔ ۱۲م

پھر تیسرے مسئلے میں فرمایا۔

قَالَ الْقَاضِیْ الْإِمَامُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ هٰذَا لَمَّا عُرِضَ عَلَيْهِ مَحْضَرٌ۔

قاضی، امام، شاہوں کے شاہ نے یہ کہا، جب ان کے پاس دستاویز پیش کیا گیا ۱۲م

۵ـ اس میں ان کا منظوم فتویٰ نقل کیا، جس کے آخر میں فرمایا ؎

شاھان شہ ملک الملوک ابو العلاء نظم الجواب منظماً و مفصلاً

شاہوں کے شاہ ابو العلاء نے اس جواب کو نظم و ترتیب اور تفصیل سے بیان کیا ہے

پھر فرمایا۔ قَالَ مَلِکُ الْمُلُوْکِ ـــــ اور ان کا چوتھا فتویٰ نقل کیا، جس کے آخر میں ۱۷ فرمایا ؎

شاھان شہ ملک الملوک ابو العلاء نظم الجواب لکلّ من ھو عکف

شہنشاہ وقت ابو العلاء نے اس جواب کو ہر جانکار شخص کے لئے مرتب کیا ہے

۸ـ پھر ان کا پانچواں فتویٰ نقل فرمایا، جس کے دستخط یوں فرمائے ہیں ؎

شاھان شہ ملک الملوک ابو العلاء نظم الجواب مبیناً لمنا ریا

شاہوں کے شاہ ابو العلاء نے جواب کو یوں مرتب کیا کہ اس کے ہر پہلو کو واشگاف کر دیا ہے

۹ـ پھر ان کا چھٹا فتویٰ نقل کیا، جس کے دستخط ہیں ؎

شاھان شہ ملک الملوک ابو العلاء ھادی امیر المؤمنین لقد نظم

شاہوں کے شاہ ملک الملوک ابو العلاء مسلمانوں کے امیر و رہبر نے اس جواب کو مرتب کیا ہے

۱۰ـ یونہی کتاب الوقف میں ان کے متعدد فتاوے نقل فرمائے از انجملہ ایک کا ختم یہ ہے ؎

ملک الملوک ابو العلاء مجیبہ لمعز دین اللہ یشکر داعیاً

شاہوں کے شاہ ابو العلاء اس کا مجیب ہے جو دین الٰہی کے غلبہ کیلئے شکر کے ساتھ دعا کرتا ہے

۱۱ـ ایک کے آخر میں ہے ؎

شاھان شہ ملک الملوک ابو العلاء نظم الجواب لمن تعفی باللہ

شہنشاہ ملک الملوک ابو العلاء نے یہ جواب اس شخص کیلئے مرتب کیا جو اللہ عزوجل کی پناہ کا طالب ہے

یوں ہی ۱۲ تا ۱۵ کتاب البیوع میں ان کے چار فتوے نقل فرمائے۔ ہر ایک کی ابتدا انہی لفظوں سے کی۔

قَالَ الْقَاضِیُ الْاِمَامُ مَلِکُ الْمُلُوْکِ ـــــ

غرض کتاب مستطاب ان کے فتاوائے صواب اور ان کے ان گرامی القاب سے مشحون ہے۔

علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار رحمہما اللہ تعالےٰ نے فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارہ میں نوازل سے نقل فرمایا۔

قَالَ سُئِلَ مَلِكُ الْمُلُوْكِ اَبُوْالْعَلَاءِ فِیْمَنْ اٰجَرَ دَارًا مَوْقُوْفَۃً مِائَۃَ سَنَۃٍ الخ۔

شاہوں کے شاہ ابو العلاء سے اس شخص کے بارے میں استفسار کیا گیا، جس نے ایک وقف کی ہوئی زمین کو سال بھر کے لئے اجرت میں دی تو کیا حکم ہے؟ ۱۲م

۱۷ اسی کتاب القضا باب خلل المحاضر والسجلات میں درباره ساعی فرمایا۔

فحول المتأخرین افتوا بجواز قتلہ حتی قال ملک الملوک الناصحی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

متأخرین میں معتمد و مستند علماء نے فتویٰ دیا کہ ہے کہ ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے۔ حتیٰ کہ شاہوں کے شاہ ناصحی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے ۱۲م

۱۸ پھر ان کا منظوم فتویٰ نقل فرمایا ؎

اَلْقَتْلُ مَشْرُوْعٌ عَلَیْہِ وَوَاجِبٌ زَجْرًا لَہٗ وَالْقَتْلُ فِیْہِ مَقْنَعٌ

ایسے شخص کو قتل کرنا مشروع بلکہ اس کے زجر و توبیخ کیلئے واجب ہے اور اسمیں قتل عین عدل ہے ۱۲م

شَاهَانِ شہ مَلِكُ الْمُلُوْكِ اَبُوْالْعَلَا نَظَمَ الْجَوَابَ لِكُلِّ مَنْ هُوَ يَلْمَعُ

شاہوں کے شاہ ملک الملوک ابو العلاء نے ہر فضیلت وعلم رکھنے والوں کیلئے اس جواب کو مرتب کیا ہے ۱۲م

۱۹ حضرت عمدۃ العلماء، والاتقیاء، زبدۃ العرفاء والاولیاء، مولوی معنوی سیدی محمد جلال الملۃ والدین رومی بلخی قدس سرہ الشریف مثنوی شریف میں ایک بادشاہ کی حکایت میں فرماتے ہیں ؎

گفت شاہنشاہ جرایش کم کنید ور بجنگد نامش از خط برزنید

بادشاہ نے کہا اس کی اجرت کم کردی جائے اور اگر وہ آمادۂ جنگ ہو تو روزنامچہ سے اس کا نام نکالدو

۲۰ نیز ابتدائے مثنوی مبارک میں فرماتے ہیں ؎

تا سمرقند آمدند آں دو امیر   پیش آں زرگر ز شاہنشہ بشیر،

بادشاہ کے دونوں امیر (ایلچی) شہر سمرقند آئے اور اس مرد زرگر کو بادشاہ کی جانب سے خوشخبری دیا ۱۲

۲۱ وہیں فرماتے ہیں ؎

پیش شاہنشاہ بُرْدَش خوش بناز   تا بسوزد بر سرِ شمع طراز،

اس خوش نصیب مرد زرگر کو بادشاہ کے پاس لے آئے تاکہ اس شمع طراز معشوقہ پر اسے قربان کردے۔ ۱۲

۲۲ اسی میں فرمایا ؎

ہم ز انواع اوانیٔ بے عدد   کانچناں در بزم شاہنشاہ سزد،

اور بہت سے مختلف قسم کے برتن بھی (بنا) جو بادشاہوں کی بزم مسرت کی زیب و زینت بنیں ۱۲

۲۳ حضرت عارف باللہ داعی الی اللہ سیدی مصلح الدین سعدی شیرازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

جَمَالُ الْاَنَامِ مَفْخَرُ الْاِسْلَامِ سَعْدُ ابْنُ الْاَتَابِكِ الْاَعْظَمِ شَاهَنْشَاهِ الْمُعَظَّمِ مَالِكُ رِقَابِ الْاُمَمِ مَوْلٰى مُلُوْكُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ

مخلوق کے جمال، اسلام کے لئے قابلِ فخر، سعد ابن اتابک اعظم، قابلِ عظمت شہنشاہ، لوگوں کی گردنوں کے مالک، عرب و عجم کے بادشاہوں کے مولیٰ و آقا، ۱۲

۲۴ نیز فرماتے ہیں ؎

با رعیت صلح کن وز جنگِ خصم ایمن نشیں
زانکہ شاہنشاہِ عادل را رعیت لشکر است،

رعایا کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آ، اور پھر دشمن کی جانب سے لڑائی سے بے خوف رہ، کیونکہ عادل بادشاہ کے لئے رعایا ہی لشکر ہے ۱۲

۲۵ نیز فرماتے ہیں ؎

شہنشہ بر آشفت کاینک وزیر   تعلل میندیش و حجت مگیر

بادشاہ نے غصے سے کہا اے وزیر! بہانہ مت بنا، اور حجت مت لا ۔ ۱۲

۲۶ نیز فرماتے ہیں ؎

سرِ پُر غرور از تحمل تہی　　حرامش بود تاج شاہنشہی

جو سر صبر و تحمل سے خالی اور کبر و نخوت سے پُر ہو وہ بادشاہی کے تاج سے محروم ہوتا ہے،

۲۷ نیز فرماتے ہیں ؎

دواں آمدش گلہ بانے زپیش　　شہنشہ برآورد تعلق زکیش

بادشاہ کے پاس سامنے سے ایک چرواہا دوڑتا آیا، بادشاہ نے (اسی وقت) تیر ترکش سے نکال لیا

۲۸ محبوبِ محبوبِ الٰہی حضرت عارف باللہ سیدی خسرو قدس سرہ

ادا خر قران السعدین صفت تخت شاہی میں فرماتے ہیں ؎

کیست جز از وے کہ نہد پائے راست　　پیش شکوہِ کہ شہنشاہ راست

اس کے سوا کون ہے جو بادشاہ کی شان شوکت کے سامنے سیدھا پاؤں رکھے ۱۲م

۲۹ عارف باللہ امام العلماء حضرت مولانا نور الدین جامی قدس سرہ السامی،

تحفۃ الاحرار میں فرماتے ہیں ؎

زد بجہاں نوبتِ شاہنشہی　　کوکبہ فخر عبید اللّٰہی،

حضرت عُبَید اللہ احرار رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ستارۂ افتخار نے دنیا

میں اپنی شہنشاہی کا نقارہ بجا دیا ــــــ ۱۲م

۳۰ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد،

آنکہ می زیبد اگر جانِ جہانش خوانی

خان بن خان خاندانی شاہوں کے شاہ جسے جان جہان کا خطاب زیب دیتا ہے ۱۲م

۳۱ نیز فرماتے ہیں ؎

ہم نسلِ شہنشہ زمان است　　ہم نقد خلیفۂ زمین است

زمانہ کے بادشاہوں کا ہم رُتبہ، خلیفۂ زمین کا ہم جنس ہے ۱۲م

۳۲ حضرت مولانا نظامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں ؎

گزارندۂ شرح شاہنشہی　　چنیں داد پرسندہ را آگہی

احکامِ شاہی کی تفصیل سنانے والے نے سائل کو یوں آگاہ کیا ــــــ ۱۲م

۴۳ مخدوم قاضی شیخ شہاب الدین تفسیر بحر مواج میں فرماتے ہیں۔
"سلطان السلاطین خداوند باعزّ و تمکین بادشاہِ سلیمان" الخ
غرض کلماتِ اکابر میں اس کے صد ہا نظائر ملیں گے۔ ہمیں کیا لائق ہے کہ ان تمام ائمہ و فقہاء و علماء و عرفاء رحمہم اللہ تعالیٰ قدست اسرارہم پر طعن کریں۔ وہ ہم سے ہر طرح اعرف و اعلم تھے۔ لہذا واجب کہ بتوفیق الٰہی نظر فقہی سے کام لیں۔ اور اس لفظ کے منع و جواز میں تحقیق مناط کریں، کہ مسئلہ قطعاً معقول المعنیٰ ہے نہ کہ محض تعبّدی،

فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق :۔ ظاہر ہے کہ اصل منشاء منع اس لفظ کا استغراق حقیقی پر حمل ہے، یعنی موصوف کا استثناء، تو عقلی ہے کہ خود اپنے نفس پر بادشاہ ہونا معقول نہیں۔ اس کے سوا جمیع ملوک پر سلطنت اور یہ معنیٰ قطعاً مختص بحضرت عزت عزّ جلالہ ہیں۔ اور اس معنی کے ارادے سے اگر غیر پر اطلاق ہو تو صراحۃً کفر ہے کہ اس کے استغراق حقیقی میں رب عزّ و جلّ بھی داخل ہوگا۔ یعنی معاذ اللہ موصوف کو اس پر بھی سلطنت ہے یہ ہر کفر سے بدتر کفر ہے۔ مگر حاشا نہ ہرگز کوئی مسلمان اس کا ارادہ کر سکتا ہے، نہ زنہار کلام مسلم میں یہ لفظ سنکر کسی کا اس طرف ذہن جا سکتا ہے، بلکہ قطعاً قطعاً عہد یا استغراق عرفی ہی مراد، اور وہی مفہوم و مستفاد ہوتا ہے کہ قائل کا اسلام ہی اس ارادہ پر قرینہ قاطعہ ہے۔ جیسا کہ علماء نے موحّد کے اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ (موسم ربیع نے سبزہ اگایا) کہنے میں تصریح فرمائی۔ نیز فتاوائے خیریہ میں ہے۔

سُئِلَ فِیْ رَجُلٍ حَلَفَ لَا یَدْخُلُ ھٰذِہِ الدَّارَ اِلَّا اَنْ یَحْکُمَ عَلَیْہِ الدَّھْرُ فَدَخَلَ ھَلْ یَحْنَثُ (اَجَابَ) لَا۔ وَھٰذَا مَجَازٌ لِصُدُوْرِہٖ عَنِ الْمُوَحِّدِ وَالْحُکْمُ الْقَضَاءُ وَاِذَا دَخَلَھَا فَقَدْ حَکَمَ اَیْ قَضٰی عَلَیْہِ رَبُّ الدَّھْرِ بِدُخُوْلِھَا وَھُوَ مُسْتَثْنٰی مِنْ یَمِیْنِہٖ۔ فَلَا حِنْثَ۔

ایک ایسے شخص کے بارے میں استفتاء کیا گیا جس نے یہ قسم کھائی تھی کہ

اس گھر میں داخل نہ ہوں گا، جب تک کہ اس پر زمانہ کی حکمرانی نہ ہو، پھر وہ اس گھر میں داخل ہوا تو کیا اس کی قسم ٹوٹ جائے گی؟ جواب نفی میں ملا، چونکہ موحّد سے یہ جملہ صادر ہوا اس لئے مجاز قرار پائے گا۔ اور حکم یہی ہوگا کہ اس کی شرط پوری ہوگئی۔ اور جب وہ شخص داخل ہوا تو اس کا دخول ایسی حالت میں پایا گیا جب خالقِ زمانہ کی حکومت اس گھر پر تھی۔ اور یہ اس قسم سے مستثنیٰ ہے لہٰذا حانث نہ ہوگا۔ ۱۲م

اب رہا یہ کہ استغراق حقیقی اگرچہ نہ مراد نہ مفہوم۔ مگر مجرد احتمال ہی موجب منع ہے۔ یہ قطعاً باطل ہے۔ یوں تو ہزاروں الفاظ کہ تمام عالم میں دائر وسائر ہیں، منع ہو جائیں گے پہلے خود اسی لفظ شاہنشاہ کی وضع و ترکیب لیجئے۔ مثلاً قاضی القضاۃ، امام الائمہ، شیخ الشیوخ، شیخ المشائخ، عالم العلماء، صدر الصدور، امیر الامراء، خانِ خاناں بگار بگ وغیرہا کہ علماء و مشائخ و عامہ سب میں رائج ہیں۔ شیخ المشائخ سلطان الاولیاء محبوب الٰہی، اور شیخ الشیوخ حضرت سیدنا شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا لقب ہے۔ جواہر الفتاویٰ کتاب اصول الدین وکتاب اصولِ فقہ وکتاب الایمان وکتاب الغصب وکتاب الدعویٰ وکتاب الکراہیت وغیرہا سب کے باب سادس میں امام علاؤالدین سمرقندی کو عالم العلماء فرمایا۔ امام اجل عبدالرحمٰن اوزاعی امام اہل الشام کہ امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک کے زمانے میں تھے۔ اور تبع تابعین کے اعلیٰ طبقے میں ہیں۔ امام مالک کو عالم العلماء فرمایا کرتے۔ زرقانی علی المؤطا میں ہے۔

اَمَّا مَالِكٌ فَهُوَ الْاِمَامُ الْمَشْهُوْرُ صَدْرُ الصُّدُوْرِ اَكْمَلُ الْعُقَلَاءِ وَاَعْقَلُ الْفُضَلَاءِ كَانَ الْاَوْزَاعِيُّ اِذَا ذَكَرَ مَالِكًا قَالَ عَالِمُ الْعُلَمَاءِ وَعَالِمُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمُفْتِي الْحَرَمَيْنِ۔

امام مالک تو مشہور امام ہیں، رئیسوں میں رئیس، عقلاء میں کامل تر، فضلاء

میں سب سے فہیم، امام اوزاعی جب امام مالک کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ عالم العلماء، مدینہ والوں کے عالم، اور حرمین طیبین کے مفتی نے فرمایا ہے" ۱۲م

امام الائمہ امام محمد بن خزیمہ حافظ الحدیث کا لقب ہے۔ قاضی القضاۃ اسلامی سلطنتوں کا معروف عہدہ ہے۔ عامۂ کتب فقہ میں اسکا اطلاق موجود، اور ائمہ کی زبانوں پر شائع، درمختار کتاب القضاء میں ہے۔

لَا یَسْتَخْلِفُ قَاضٍ نَائِبًا اِلَّا اِذَا فُوِّضَ اِلَیْہِ لَجَعَلْتُکَ قَاضِیَ الْقُضَاۃِ ھُوَ الَّذِیْ یَتَصَرَّفُ فِیْھِمْ مُطْلَقًا تَقْلِیْدًا اَوْ لَا۔

کوئی بھی قاضی اپنا نائب اس وقت مقرر کر سکتا ہے جب وہ اس نائب کو اختیارات سُپرد کر دے، مثلاً یہ کہے میں نے تمہیں قاضی القضاۃ بنایا —— قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) وہ ہے جسے علی الاطلاق تصرف کا حق حاصل ہو —— چاہے تقلید ہو یا نہ ہو۔ ۱۲م

بحر الرائق ورد المحتار کتاب الوقف میں ہے۔

قَوْلُھُمْ فِی الْاِسْتِدَانَۃِ بِاَمْرِ الْقَاضِیْ اَلْمُرَادُ بِہٖ قَاضِی الْقُضَاۃِ وَفِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ ذَکَرُوْا الْقَاضِیَ فِیْ اُمُوْرِ الْاَوْقَافِ۔

اِستدانت بِاَمرِ القاضی میں ان کی مراد "قاضی" سے "قاضی القضاۃ" ہے۔ اور امور اوقاف میں جہاں بھی قاضی کا لفظ آیا ہے اس سے یہی (قاضی القضاۃ) مراد ہے ۱۲م

امیر الامراء، خان خانان، بگلر بگ عربی فارسی ترکی تین مختلف زبانوں کے لفظ ہیں۔ اور معنی ایک یعنی سرور سروراں، سردار سرداراں، سیّد الاسیاد، اور اگر امیر امر بمعنی حکم سے لیجئے تو امیر الامراء بمعنی حاکم الحاکمین، شک نہیں کہ ان الفاظ کو عموم و استغراق حقیقی پر رکھیں تو قاضی القضاۃ وحاکم الحاکمین وعالم العلماء وسیّد الاسیاد قطعاً حضرت رب العزت عزّوجل ہی کے لئے خاص ہیں۔ اور دوسرے پر ان کا اطلاق صریح کفر، بلکہ بنظر حقیقت اصلیہ صرف قاضی وحاکم وسیّد وعالم بھی اسی کے ساتھ

خاص، ـــــ قال اللہ تعالٰے:

وَاللّٰہُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ الآیۃ (پ ۲۴ رکوع ۸)

اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے۔ بیشک اللہ ہی سُنتا دیکھتا ہے۔

وقال اللہ تبارک و تعالٰے:

لَہُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (پ ۲۰ رکوع ۱۲) | اسی کا حکم ہے ـــــ اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

وقال اللہ تعالٰے:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (پ ۱۲ رکوع ۱۵) | حکم نہیں مگر اللہ کا،

وقال اللہ تعالٰے:

وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝ (پ ۱۳ رکوع ۱۲) | وہی علم و حکمت والا ہے۔

وقال اللہ تعالٰے:

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا الآیۃ (پ ۷ رکوع ۵)

جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا۔ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔

وفد بنی عامر نے حاضر ہو کر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی اَنْتَ سَیِّدُنَا۔ حضور ہمارے سیّد ہیں۔ فرمایا، اَلسَّیِّدُ اللّٰہُ۔ سیّد تو خدا تعالٰے ہی ہے۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الشِّخِّیْرِ الْعَامِرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ یوں ہی نہ مَلِکُ الْمُلُوْک، بلکہ صرف ملک ہی ـــــ قال اللہ تعالٰی:

لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ (پ ۲۸ رکوع ۱۵) | اسی کے لئے ملک اور اسی کے لئے تعریف

وقال اللہ تعالٰے:

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ۔ (پ۲۴ رکوع ۷) | آج کس کی بادشاہی ہے۔

خود حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسی حدیث ملک الملوک کی تعلیل میں فرمایا۔ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ۔ بادشاہ کوئی نہیں سوا اللہ تعالٰی کے ــــــ رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ اور امام الائمہ، شیخ الشیوخ، شیخ المشائخ، اپنے استغراق حقیقی پر یقیناً حضور پر نور سیّد المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ خاص، اور دوسرے پر اطلاق قطعاً کفر، کہ اس کے عموم میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم بھی داخل ہوں گے، اور معنٰی یہ ٹھہریں گے کہ فلاں شخص معاذ اللہ حضور سیّد عالم امام العٰلمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی شیخ و امام ہے۔ اور یہ صراحۃً کفر ہے مگر حاشا ان تمام الفاظ میں نہ ہرگز یہ معنٰی قائلین کی مراد، نہ ان کے اطلاق سے مفہوم ومفاد، اور اس پر دلیل ظاہر وباہر یہ ہے کہ متکبر مغرور جبّار سلاطین کہ اپنے آپ کو مابدولت واقبال اور اپنے بڑے عہدہ داروں امراء و وزراء کو بندۂ حضور و فدوی خاص لکھتے ہیں۔ جن کے تکبّر کی یہ حالت کہ اللہ ورسول کی توہین پر شاید چشم پوشی بھی کر جائیں۔ مگر ہرگز اپنی ادنٰی سی توہین پر درگزر نہ کریں گے۔ یہی جبّار انہیں امراء کو قاضی القضاۃ و امیر الامراء و خان خانان ونگارنگ خطاب دیتے، اور خود لکھتے، اور اوروں سے لکھواتے، اور لوگوں کو کہتے، لکھتے، دیکھتے، سنتے اور پسند ومقرر رکھتے ہیں۔ بلکہ جو ان کے اس خطاب پر اعتراض کرے عتاب پائے اگر ان میں استغراق حقیقی کا ادنٰی ایہام بھی ہوتا جس سے متوہم ہوتا کہ یہ امراء خود ان سلاطین پر بھی حاکم وافسر وبالا وبرتر وسردار وسرور ہیں۔ تو کیا امکان تھا کہ اسے ایک آن کے لیے بھی روا رکھتے۔ تو ثابت ہوا کہ عرفِ عام میں امثالِ الفاظ میں استغراقِ حقیقی ارادۃً وافادۃً ہر طرح قطعاً یقیناً متروک ومہجور ہے، جس کی طرف اصلاً خیال بھی نہیں جاتا۔ بعینہٖ

بداہتہً یہی حال شہنشاہ کا ہے۔ کیا بجز مجنوں کے سوا کوئی گمان کر سکتا
ہے کہ امام اجل ابو العلاء علاء الدین ناصحی، امام اجل ابو بکر رکن الدین
کرمانی، علامہ اجل خیر الملۃ والدین رملی، عارف باللہ شیخ مصلح الدین عارف
باللہ حضرت امیر، عارف باللہ حضرت حافظ، عارف باللہ حضرت مولوی
معنوی، عارف باللہ حضرت مولانا نظامی، عارف باللہ حضرت مولانا جامی
فاضل جلیل مخدوم شہاب الدین وغیرہم رضی اللہ تعالےٰ عنہم وقدست
اسرارہم کے کلام میں یہ ناپاک معنیٰ مراد ہونا درکنار، اسے سنکر کسی
مسلمان کا وہم بھی اس طرف جاسکتا ہے تو بے ارادہ وبے افادہ اگر مجرد
احتمال منع کیلئے کافی ہوتا، وہ تمام الفاظ بھی حرام ہوتے۔ حالانکہ خواص و
عوام سب میں شائع وذائع ہیں۔ خصوصاً قاضی القضاۃ کہ انہیں فقہائے
کرام کا لفظاً اور قدیماً وحدیثاً ان کے عامہ کتب میں موجود ہے۔ اس میں
اور شہنشاہ میں کیا فرق ہے۔ لاجرم امام قاضی عیاض مالکی المذہب نے
فرمایا۔

وَمِنْہُمْ قَوْلُہُمْ شاہ ملوک وَکَذَا مَا یَقُوْلُوْنَ قَاضِی الْقُضَاۃِ

اھ ــ نقلہ فِی الْمِرْقَاۃِ۔ اسی کی مانند امام ابن حجر شافعی المذہب
نے زواجر میں اپنے یہاں کے بعض ائمہ سے نقل کیا۔ مگر جانتے ہو
کہ یہ قاضی القضاۃ[1] کس کا لقب ہے اور کب سے رائج ہے۔ سب میں
پہلے یہ لقب ہمارے امام مذہب سیدنا امام ابو یوسف تلمیذ اکبر سیدنا
امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا ہوا، اور اس زمانہ خیر کے ائمہ کرام
تبع تابعین و اتباعِ اعلام نے اسے مقبول و مقرر رکھا۔ اور جب سے آج
تک تمام علمائے حنفیہ اور بہت دیگر علمائے مذاہب ثلاثہ میں رائج و
جاری وساری ہے۔ امام اجل علامہ بدر الملۃ والدین محمود عینی حنفی عمدہ

[1] امام ماوردی کا لقب "اقضی القضاۃ" تھا۔ کما فی ارشاد الساری وظنی انہ
اول من تسمی بہ وزعم الامام البدر ان ھذا ابلغ من قاضی القضاۃ (عینی ص ۴۳)

القاری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔

اَوَّلُ مَنْ تُسَمّٰی قَاضِیُ الْقُضَاۃِ اَبُوْیُوْسُفَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَفِیْ زَمَنِہٖ کَانَ اَسَاطِیْنُ الفقہاءِ وَالْعُلَمَاءِ الْمُحَدِّثِیْنَ فَلَمْ یَنْقُلْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اَنکارٌ عَنْ ذٰلِکَ۔

یعنی سب میں پہلے جس کا لقب قاضی القضاۃ ہوا، امام اعظم کے شاگرد، امام ابو یوسف ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس جناب نے یہ لقب قبول فرمایا۔ اور ان کے زمانے میں فقہاء، وعلماء، ومحدثین کے اکابر وعمائد تھے۔ ان میں کسی سے ان کا انکار منقول نہ ہوا۔

اب ثابت ہوا کہ وہ طعن نہ فقط انہیں ائمہ وفقہاء، واولیاء پر ہوگا۔ جن سے لفظ شہنشاہ کی سندیں گزریں، بلکہ ائمۂ تبع تابعین اور ان کے اتباع اور امام مذہب حنفی ابو یوسف اور اس وقت سے آج تک کے تمام علمائے حنفیہ اور بکثرت علمائے بقیہ مذاہب سب پر طعن لازم آئے گا۔ اور اس پر جرأت ظلم شدید وجہل مدید ہوگی۔ لاجرم بات وہی ہے کہ لفظ جب ارادۃً وافادۃً ہر طرح سے شناعت سے پاک ہے تو صرف احتمالِ

(بقیہ ص ۲۲ کا)

لانّہٗ افعل التفضیل قال ومن جہلا ھٰذا الزمان من مسطری سجلات القضاۃ یکتبون للنائب اقضی القضاۃ وللقاضی الکبیر قاضی القضاۃ اھ واقرہ الامام القسطلانی اقولُ وعندی ان الامر بالعکس فانّ اقضی القضاۃ من لہ مزیّۃٌ فِی القضاءِ علی سائر القضاۃ ولا یلزم ان یکون حاکمًا علیھم ومتصرفًا فیھم بخلاف قاضی القضاۃ کما نقلنا عن الدر المختار وَنظیرہٗ املکُ الملوکِ یصدق اذا کان اکثر ملکا عنھم بخلاف ملکُ الملوک فھو الّذی نسبۃ الملوک الیہ کنسبۃ الرّعایا الی الملوک کما لا یخفیٰ فھٰذا ھو الا بلغ وبہ یندفع الاعتراض الامام الماوردی وللہ الحمد منہ عفی عنہ

باطل اُسے ممنوع نہ کر دے گا۔ ورنہ سب سے بڑھ کر نماز میں تعالیٰ جدُّک حرام ہو، کہ دوسرے معنیٰ کس قدر شنیع و فظیع رکھتا ہے۔ ہاں صدرِ اسلام میں کہ شرک کی گھٹائیں عالمگیر چھائی ہوئی تھیں۔ نقیر و قطمیر کے ساتھ نہایت تدقیق فرمائی جاتی کہ توحید بر وجہِ اتم اذہان میں متمکن ہو۔ ولہذا نہ فقط شہنشاہ بلکہ اَنْتَ سَیِّدُنَا کے جواب میں ارشاد ہوا، اَلسَّیِّدُ اللّٰہُ، سیّد اللہ ہی ہے۔ ابوالحکم کنیت رکھنے پر فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَکَمُ فَلِمَ تُکْنٰی بِہٖ اَلْحَکَمُ ــ بے شک اللہ ہی حکم ہے، اور حکم کا اختیار اسی کو ہے۔ تو تیری کنیت ابوالحکم کیوں ہے ــــ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدُ وَالنَّسَائِیُّ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غلاموں کو ارشاد ہوا تھا۔

لَا یَقُوْلُ الْعَبْدُ لِسَیِّدِہٖ مَوْلَایَ فَاِنَّ مَوْلَاکُمُ اللّٰہُ ــــــ غلام اپنے آقا کو مولیٰ نہ کہے کیونکہ تمہارا مولیٰ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

ایک حدیث شریف میں آیا۔

لَا تُسَمُّوْا اَبْنَاءَ کُمْ حَکِیْمًا وَلَا اَبَا الْحَکَمِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ۔ ــــ اپنے بیٹوں کا نام حکیم یا ابوالحکم نہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی حکیم و علیم ہے۔ رَوَاہُ عَطَاءٌ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ذَکَرَہُ الْاِمَامُ الْبَدْرُ مَحْمُوْدٌ فِیْ عُمْدَۃِ الْقَارِیْ

۵ و ۶ ایک حدیث شریف میں آیا۔

اَبْغَضُ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ خَالِدٌ وَمَالِکٌ وَذٰلِکَ اِنَّ اَحَدًا لَیْسَ یَخْلُدُ وَالْمَالِکُ ھُوَ اللّٰہُ ــــ اللہ عزّ و جلّ کو سب سے زیادہ دشمن نام خالد و مالک ہیں۔ اس لئے کہ کوئی ہمیشہ نہ رہے گا اور مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے ــــ ذَکَرَہُ الْاِمَامُ الْبَدْرُ عَنِ الدَّاوُدِیْ ــــ یونہی عزیز و حکم ناموں کو تبدیل فرما دیا ــــ سُنَنِ اَبِیْ دَاؤُد میں ہے۔

غَیَّرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِسْمَ

عَزِیْزٍ وَالْحَکَمِ۔ قَالَ وَتَرَکْتُ اَسَانِیْدَھَا اِخْتِصَارًا۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تُسَمِّہٖ عَزِیْزًا —— اس کا نام عزیز نہ رکھ —— رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیْ فِی الْکَبِیْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

نیز حدیث شریف میں ہے۔

نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّسَمَّی الرَّجُلُ حَرْبًا اَوْ وَلِیْدًا اَوْ مُرَّۃَ اَوِ الْحَکَمَ اَوْ اَبَا الْحَکَمِ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ حرب یا ولید یا مرہ یا حکم یا ابو الحکم نام رکھا جائے

رَوَاہُ الطَّبْرَانِیْ فِی الْکَبِیْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ —— حالانکہ یہ الفاظ و اوصاف غیر خدا کے لئے خود قرآن عظیم واحادیث واقوالِ علماء میں بکثرت وارد —— قال اللہ تعالیٰ۔

سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (پ۳ رکوع ۱۲)	سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے،

وقال اللہ تعالیٰ۔

وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَا الْبَابِ (پ۱۲ رکوع ۱۲)	اور دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا۔

وقال اللہ تعالیٰ۔

فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا الآیۃ (پ۵ رکوع ۳)	تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف،

وقال اللہ تعالیٰ۔

وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ۔ الآیۃ (پ۶ رکوع ۱۰)	اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ، تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ۔

وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا الآیۃ (پ۱۶ ر۴)	اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی،

وقال اللہ تبارک وتعالےٰ۔

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ الآیہ (پ ۲۸ رکوع ۱۹)	تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے ،

وقال اللہ تعالےٰ عَنْ عَبْدِهٖ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ۔

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ الآیہ ، (پ ۱۶ رکوع ۴)	اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے ۔

وقال اللہ تعالےٰ ۔

هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۝ (پ ۱ ر ۹)	انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ۔

وقال اللہ تعالےٰ ۔

فَهُمْ لَهَا مَالِكُوْنَ ۝ (پ ۲۳ رکوع ۳)	یہ تو ان کے مالک ہیں ۔

وقال اللہ تعالےٰ ۔

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ (پ ۲۵ رکوع ۱۳)	اور وہ پکاریں گے اے مالک ،

وقال اللہ تعالےٰ ۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ (پ ۲۳ رکوع ۱۰)	اور ہم نے اسے حکمت دیا ،

وقال اللہ تعالےٰ ۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ (پ ۳ رکوع ۴)	اور جسے حکمت ملی ، اسے بہت بھلائی ملی ۔

وقال اللہ تبارک وتعالےٰ ۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۲۸ رکوع ۱۴)	عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں ۔

وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ میں تمام اولاد آدم کا سیّد (سردار) ہوں ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَبُوْ دَاؤدَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ۔

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ اِبْنِی ھٰذَا سَیِّدٌ بے شک یہ میرا بیٹا سید ہے۔ یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رواہ البخاری عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اَللہُ وَرَسُوْلُہٗ مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَہٗ اللہ اور اس کا رسول ہر بے مولیٰ کے مولیٰ ہیں۔ رواہ الترمذی وحسنہ وابن ماجۃ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْھِمْ بِحُکْمِ اللہِ بے شک تم نے ان یہود کے بارے میں وہ حکم دیا جو خدائے تعالیٰ کا حکم تھا۔ رواہ مسلم عن عائشۃ وعن ابی سعد الخدری والنسائی عن سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

اسی حدیث شریف میں ہے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے حکم کے لئے فرمایا۔ انہوں نے عرض کی۔ اَللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ بِالْحُکْمِ۔ حکم دینا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حق ہے۔ رواہ الحافظ محمد بن عائذ فی المغازی بسندہٖ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما یروی الطبرانی فی اوسطہ۔

حَکِیْمُ اُمَّتِیْ عُوَیْمِرٌ	میری امت کے حکیم ابو درداء ہیں۔

انصار کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی۔

یَا رَسُوْلَ اللہِ اَنْتَ وَاللہِ الاعز العزیز۔	یا رسول اللہ! خدا تعالیٰ کی قسم حضور ہی سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔

صرف حضور ہی کے لئے عزت ہے۔ رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ استاذ البخاری ومسلم عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنھما

عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبد اللہ ابن ابی منافق نے اپنے باپ

سے فرمایا۔

اَنْتَ الذَّلِیْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَزِیْزُ

بے شک تو ہی ذلیل ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہی عزیز وصاحبِ عزّت ہیں۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِی عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا ونحوہ الطبرانی عن اُسامۃ بن زید رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما

صحابۂ کرام میں بیس سے زائد کا نام حکم ہے، تقریبًا دس کا نام حکیم، اور ساٹھ سے زیادہ کا خالد، اور ایک سو دس سے زیادہ کا مالک ـــــ ان وقائع اور ان کے امثال کثیرہ پر نظر سے ظاہر ہے کہ ایسی نہی میں شرع مطہر کا مقصود کیا تھا۔ اور اس پر قرینۂ واضحہ یہ ہے کہ خود حدیث شریف میں اس کی تعلیل یوں ارشاد ہوئی کہ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہ۔ خدا تعالٰے کے سوا کوئی بادشاہ ہی نہیں۔

ظاہر ہے کہ حصر اسی اَلسَّیِّدُ ھُوَ اللّٰہُ وَمَوْلٰکُمُ اللّٰہُ کے قبیل سے ہے ورنہ خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوا۔

وَقَالَ الْمَلِکُ اِنِّیْ اَرٰی (پ ۱۲ ر ۱۵)	اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھیں،

اور فرمایا۔

وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖ (پ ۱۲ ر ۱۶)	اور بادشاہ بولا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ،

اور فرمایا۔

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً (پ ۱۹ رکوع ۱۷)	بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔

امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں اس معنٰی کی طرف اشارہ کیا، حدیث اِنَّمَا الْکَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ (مؤمن کا دل کرم کا خزانہ ہے) کے نیچے فرماتے ہیں وَقَدْ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمُفْلِسُ الَّذِیْ یُفْلِسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَقَوْلِہٖ اِنَّمَا الصُّرَعَۃُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ کَقَوْلِہٖ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ فَوَصَفَہٗ بِاِنْتِھَاءِ الْمُلْکِ ثُمَّ ذَکَرَ الْمُلُوْکَ

اَیْضًا قَالَ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا ھ

حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صحیح معنیٰ میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن حالتِ افلاس میں ہو۔ جس طرح آپ کا یہ ارشادِ گرامی کہ حلیم وبردبار وہ شخص ہے جو غیظ وغضب میں اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھے اور اسی کے ہم مثل آپ کا یہ ارشاد بھی ہے۔ بادشاہت تو صرف اللہ کے لئے ہے۔ یہاں ذاتِ باری تک بادشاہت کی انتہا مانی گئی۔ حالانکہ دوسروں کے لئے بھی بادشاہ ہونے کا ذکر موجود ہے ــــــ چنانچہ فرمایا۔ بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے۔ ۱۲م

وہابیہ وخوارج اسی نکتۂ جلیلہ سے غافل ہوکر شرک شرک وکفر میں پڑے کہ اللہ تعالےٰ تو اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ــــــ حکم تو اللہ ہی کا ہے، فرماتا ہے مولیٰ علی نے کیسے ابوموسیٰ کو حکم فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ــــــ فرماتا ہے۔ مسلمانوں نے انبیاء واولیاء سے کیسے استعانت کی۔ اللہ تعالےٰ تو قُلْ لَا یَعْلَمُ الآیۃ فرماتا ہے۔ اہلسنت نے کیسے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اطلاعِ غیوب مان لی، اور اندھوں نے نہ دیکھا کہ وہی خدا تعالےٰ فَابْعَثُوْا حَکَمًا۔ (پ ۳) ایک پنچ بھیجو ــــــ اور تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی۔ (پ ۵) اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو، ــــــ اور وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ (پ ۵) اور صبر اور نماز سے مدد چاہو، ــــــ اور اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (پ ۲۹ ۱۲) سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے، ــــــ اور یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ (پ ۹) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے، ــــــ اور تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَا اِلَیْکَ۔ (پ ۱۲ ۴) یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ ــــــ اور یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔ (پ ۱) بے دیکھے ایمان لائے، وغیرہا فرما رہا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ (پ ۱۰) تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ۱۲م

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اس مقصد کی شرع کی نظیر واقعۂ تحریم خمر ہے کہ ابتدا میں نقیر و مزفت جرہ و حنتم یعنی مضبوط برتنوں میں نبیذ ڈالنے سے منع فرمایا تھا کہ تساہل نہ واقع ہو۔ جب اس کی حرمت اور اس سے نفرت مسلمانوں کے دلوں میں جم گئی اور اس سے کامل تحفظ و احتیاط نے قلوب میں جگہ پائی فرمایا۔

اِنَّ ظَرْفًا لَا یُحِلُّ شَیْئًا وَلَا یُحَرِّمُہٗ | برتن کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کرتا۔

بالجملہ ان اکابر ائمہ و علماء و اولیاء نے مقصود پر نظر فرما کر لفظ شاہنشاہ کا اطلاق فرمایا۔ اور جن کی نظر لفظ پر گئی منع بتایا۔ کَمَا نَقَلَہٗ فِی التَّتَارْخَانِیَہ۔ دونوں فریق کے لئے ایک وجہ موجہ ہے۔ لِکُلٍّ وِّجْہَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا۔ اس کی نظیر واقعۂ نماز ظہر یا عصر ہے کہ جب یہودی بنی قریظہ پر لشکر کشی فرمائی۔ عسکر ظفر پیکر میں اس منادی کا حکم فرمایا کہ مَنْ کَانَ سَامِعًا مُطِیْعًا فَلَا یُصَلِّیَنَّ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ —— جو بات سنتا اور حکم مانتا ہو وہ ہرگز عصر نہ پڑھے مگر آبادی بنی قریظہ میں۔ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم رواں ہوئے۔ راہ میں وقتِ عصر ہوا، اس پر دو فرقے ہو گئے۔ بعض نے کہا۔ لَا نُصَلِّیْ حَتّٰی نَاْتِیَھَا۔ ہم تو جب تک اس آبادی میں نہ پہونچ جائیں نماز نہ پڑھیں گے کہ ہمیں ارشاد فرمادیا ہے کہ نماز وہیں پہونچ کر پڑھنا، بعض نے کہا۔ بَلْ نُصَلِّیْ لَمْ یُرِدْ مِنَّا ذٰلِکَ۔ بلکہ ہم نماز راہ ہی میں پڑھ لیں گے۔ ارشاد سے مقصود جلدی تھی نہ یہ کہ نماز قضا کر دی جائے۔ غرض کچھ نے نماز راہ میں پڑھ لی۔ اور چل ملے۔ کچھ نے نہ پڑھی۔ یہاں تک کہ عشا کے وقت وہاں پہونچے۔ دونوں فریق کا حال بارگاہِ اقدس میں معروض ہوا۔ وَلَمْ یُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْھُمْ۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی پر اعتراض نہ فرمایا —— رَوَاہُ الْاَئِمَّۃُ مِنْھُمْ الشَّیْخَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا —— علماء فرماتے ہیں ایک فریق نے مقصود پر نظر کی اور دوسرے نے لفظ کو دیکھا۔

اقولُ : یعنی اور اس پر عمل خلاف مقصود نہ تھا بخلاف جمود ظاہر یہ کہ مقصود سے یکسر دور پڑتا۔ اور احکام شرعیہ کو معاذ اللہ محض بے معنی ٹھیراتا ہے ــــ کَمَا هُوَ مَعْهُوْدٌ مِّنْ دَابِهِمْ ــــ لہٰذا فریقین میں کسی پر ملامت نہ فرمائی۔ یہی حال یہاں ہے۔

ثانیًا : اِسے یوں بھی تقریر کر سکتے ہیں کہ مانعین نے ظاہر نہی پر نظر کی کہ اس میں اصل تحریم ہے۔ اور اطلاق کرنے والوں نے دیکھا کہ لفظ ارادۃً وافادۃً ہر طرح شناعت سے پاک ہے تو نہی صرف تنزیہی ہے کہ منافی جواز واباحت نہیں۔ جس طرح حدیث میں ارشاد ہوا۔

لَا یَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّیْ۔	غلام اپنے آقا کو اپنا رب نہ کہے۔

اور فرمایا۔

لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ اَسْقِ رَبَّکَ اَطْعِمْ رَبَّکَ وَضِّیٔ رَبَّکَ وَلَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ رَبِّیْ۔

تم میں سے کوئی نہ کہے کہ اپنے رب کو پانی پلا، اپنے رب کو کھانا کھلا، اپنے رب کو وضو کرا، اور نہ کوئی کسی کو اپنا رب کہے۔

اور علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ نہی صرف تنزیہی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم شریف میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں۔

اَلنَّهْیُ لِلْاَدَبِ وَکَرَاهَةِ التَّنْزِیْهِ لَا لِلتَّحْرِیْمِ۔	ممانعت بطور ادب ہے، اور کراہت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی،

امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں۔

بَابُ کَرَاهَةِ التَّطَاوُلِ عَلَی الرَّقِیْقِ وَقَوْلِهٖ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ وَقَالَ عَبْدًا مَّمْلُوْکًا وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ اَیْ عِنْدَ سَیِّدِکَ۔

یہ باب ہے اس بارے میں کہ غلام پر زیادتی مکروہ ہے اور آقا کے اس قول

کے سلسلہ میں کہ یہ میرا عبد اور میری باندی ہے ۔ اور اللہ عزّ وجلّ کا یہ ارشاد
اولا اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ (پ۱۸ رکوع ۱۰) اور فرمایا۔ عبدِ مملوک
اور مجھے اپنے رب یعنی اپنے آقا کے پاس یاد کرو۔ ۱۲م

اِمام عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ذَکَرَ ھٰذَا کُلَّہٗ دَلِیْلاً لِجَوَازِ اَنْ یَّقُوْلَ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ وَاَنَّ النَّھْیَ الَّذِیْ وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ عَنْ قَوْلِ الرَّجُلِ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ وَعَنْ قَوْلِہٖ اَسْقِ رَبَّکَ وَنَحْوَہٗ لِلتَّنْزِیْہِ لَا لِلتَّحْرِیْمِ۔

یہ تمام باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ (مملوک اور مملوکہ) کو "عبدی" اور امتی"
(میرا بندہ میری باندی) کہنا جائز ہے ۔ اور احادیثِ کریمہ میں جو یہ وارد ہے
کہ کوئی آدمی "عبدی" (میرا عبد) اور امتی (میری باندی) نہ کہے ۔ یونہی اپنے رب
کو پانی پلا، نہ کہے یا اس قسم کی دیگر ممانعت تو یہ تحریم کے لئے نہیں
بلکہ تنزیہہ کے لئے ہے۔ ۱۲م

اِمام قسطلانی اِرشاد السّاری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں،

فَاِنْ قُلْتَ قَدْ قَالَ تَعَالٰی اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ وَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ اُجِیْبُ بِاَنَّہٗ وَرَدَ لِبَیَانِ الْجَوَازِ وَالنَّھْیُ لِلْاَدَبِ وَالتَّنْزِیْہِ دُوْنَ التَّحْرِیْمِ۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے "مجھے اپنے رب کے پاس یاد کرو" اور اپنے
رب کی طرف لوٹو" تو جواب یہ ہوگا کہ یہ بیانِ جواز کیلئے ہے اور نہی تحریم کے لئے
نہیں بلکہ محض تادیبا اور تنزیہا ہے۔ ۱۲م

ثالثاً، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفۂ اثنا عشریہ میں نقل کرتے ہیں کہ اللہ عزّ وجلّ زبور مقدّس میں فرماتا ہے۔

اِمْتَلَأَتِ الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِیْدِ اَحْمَدَ وَتَقْدِیْسِہٖ وَمَلَکَ الْاَرْضَ وَرِقَابَ الْاُمَمِ۔

زمین بھر گئی احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حمد اور اس کی پاکی کے بیان سے ، احمد

مالک ہوا تمام زمین اور سب امتوں کی گردنوں کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

امام احمد مسند، اور عبداللہ بن احمد زوائد مسند، اور امام طحاوی شرح معانی الآثار، اور امام بغوی و ابن السکن و ابن ابی عاصم و ابن شاہین و ابن ابی خیثمہ و ابو یعلیٰ بطرق عدیدہ حضرت اعشیٰ مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ وہ خدمت اقدس حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں فریادی آئے۔ اور اپنی عرضی حضور میں گزاری، جس کی ابتدا یہ تھی۔ یَا مَالِکَ النَّاسِ وَدَیَّانَ الْعَرَبِ۔ اے تمام آدمیوں کے مالک اور عرب کے جزا وسزا دینے والے ـــــ مسند احمد و شرح معانی الآثار میں مَالِکُ النَّاسِ ہے۔ اور زوائد مسند نیز ثلٰثہ متصلہ کی روایت سے بعض نسخ میں یَا مَلِکَ النَّاسِ وَدَیَّانَ الْعَرَبِ ـــــ یعنی اے تمام آدمیوں کے بادشاہ اور عرب کے جزا دہندہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انکی فریاد کو سُنکر حاجت روائی فرمائی۔ بر ظاہر کہ آدمیوں اور امتوں میں سلاطین وغیر سلاطین سب داخل ہیں۔ جب حضور تمام آدمیوں کے مالک، تمام آدمیوں کے بادشاہ تمام امتوں کی گردنوں کے مالک ہیں تو بلا شبہہ تمام بادشاہوں کے بھی مالک، تمام سلاطین کے بھی بادشاہ، تمام بادشاہوں کی گردنوں کے بھی مالک ہوئے۔ مَلِکَ النَّاسِ کا نسخہ تو عین مدعا ہے اور مَالِکُ النَّاسِ اس سے بھی اعظم واعلیٰ ہے کہ بادشاہ لوگوں پر حاکم ہوتا ہے، ان کی گردنوں کا مالک نہیں ہوتا ـــــ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحکم آیت وحدیث جلیل تمام بادشاہوں کی گردنوں کے بھی مالک ہیں وللہ الحمد۔

زمخشری معتزلی نے کشاف سورۂ ہود میں زیر قولہ تعالیٰ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ ۝ اقضی القضاۃ پر اعتراض کیا۔ امام ابن المنیر سُنی نے انتصاف میں اس کا رد فرمایا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ـــــ اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ، اس سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ یعنی جب اقضیٰ کی نسبت

سب کی طرف ہے اور اس میں قُضَاۃ بھی داخل، تو اَقضَاکُم سے اقضی القضاۃ بھی حاصل۔ ظاہر ہے کہ اَقضَاکُم عموم میں مَالِکُ النَّاسِ و مَلِکُ النَّاسِ وَمَالِکُ رِقَابِ الْاُمَمِ کے برابر نہیں کہ وہ بظاہر صرف مخاطبین سے خاص ہے۔ توان الفاظ کریمہ سے مالک الملوک و ملک الملوک و مالک رقاب الملوک وشہنشاہ بدرجۂ اولیٰ ثابت، پس آیت و حدیث میں اِن ارشاداتِ عالیہ کا آنا دلیل روشن ہے کہ نہی صرف اسی طور پر ہے جیسے مولیٰ و سیّد کہنے سے منع فرمایا۔ حالانکہ قرآن و حدیث خود ان کا اطلاق فرمارہے ہیں۔ وللہ الحمد

رابعًا، اگر یہاں کوئی حدیث دربارۂ نہی ثابت بھی ہو تو کلامِ مذکور اس کے لئے کافی ووافی ہے۔ نظر دقت میں یہاں ایک حدیث ابن النجّار ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ شَاھَانِ شَاہ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللّٰہُ مَلِکُ الْمُلُوْکِ

—— یعنی ایک شخص نے دوسرے کو پکارا، اے شاہان شاہ، بنی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سُنکر فرمایا، شاہان شاہ اللہ ہے اُسکی تو صحت بھی ثابت نہیں، رہی حدیثِ جلیل صحیح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ صحیحین وسننِ ابو داؤد و جامع ترمذی میں مروی۔

اَخْنَعُ الْاَسْمَاءِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَجُلٌ تُسَمّٰی مَلِکُ الْاَمْلَاکِ

روز قیامت اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب ناموں میں زیادہ ذلیل و خوار وہ شخص ہے جس نے اپنا نام ملک الاملاک رکھا۔

یہ بداہتہ طالب تاویل ہے کہ وہ شخص خود نام نہیں، اور اس روایت کے لفظ یہ ہیں کہ وہ شخص سب سے برا نام ہے۔ علماء نے اس میں دو تاویلیں فرمائیں ایک یہ کہ مجازًا نام سے ذات مراد ہے۔ یعنی روز قیامت اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب آدمیوں سے بدتر وہ شخص ہے جس نے اپنا یہ

نام رکھا۔ دوسری یہ کہ خبر میں حذف مضاف ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک روز قیامت سب ناموں سے بدتر یہ نام ہے۔ مصابیح واشعۃ اللمعات وسراج المنیر شرح جامع صغیر میں تاویل ثانی ذکر کی۔ امام قرطبی نے مفہم، اور امام نووی نے منہاج اور علامہ مفتی نے حواشی جامع صغیر میں اوّل پر جزم واختصار کیا —— فیض القدیر میں قرطبی سے ہے۔

اَلْمُرَادُ بِالْاِسْمِ الْمُسَمّٰی بِدَلِیْلِ رِوَایَۃِ اَغْیَظُ رَجُلٍ وَاَخْبَثُہٗ۔

نام سے ذات مراد ہے کیونکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں آدمیوں میں سب سے بدتر او خبیث ۱۲م

شرح امام نووی میں ہے۔

قَالُوْا مَعْنَاہُ اَشَدُّ ذُلًّا وَّصِغَارًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالْمُرَادُ صَاحِبُ الْاِسْمِ وَتَدُلُّ عَلَیْہِ الرِّوَایَۃُ الثَّانِیَۃُ اَغْیَظُ رَجُلٍ۔

علماء نے فرمایا اس کا معنیٰ یہ ہے۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ ذلیل و حقیر۔ اور اس سے مراد مسمّٰی ہے جیساکہ دوسری روایت میں اَغْیَظُ رَجُلٍ۔ (لوگوں میں سب سے بدتر) کا لفظ بتا رہا ہے۔ ۱۲م

حواشی حفنی میں ہے۔

اَخْنَعُ الْاَسْمَاءِ اَیْ مُسَمَّی الْاَسْمَاءِ بِدَلِیْلِ قَوْلِہٖ رَجُلٌ لِاَنَّہُ الْمُسَمّٰی لَا الْاِسْمُ۔

ناموں میں سب سے زیادہ ذلیل یعنی نام والوں میں سب سے زیادہ ذلیل، کیونکہ ایک روایت میں رَجُلٌ (آدمی) کا لفظ آیا ہے۔ اور آدمی مسمّٰی ہے نہ کہ اسم، ۱۲م

علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ، پھر علامہ قسطلانی نے شرح بخاری پھر علامہ مناوی نے فیض القدیر، پھر تیسیر شرح جامع صغیر اور علامہ طاہر نے مجمع البحار، اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دونوں ذکر فرمائیں، طیبی پھر ارشاد الساری پھر فیض القدیر نے اشارہ کیا کہ تاویل اوّل ابلغ ہے۔

حَیْثُ قَالَ اَعْنِی الطِّیْبِیَّ یُمْکِنُ اَنْ یُّرَادَ بِالْاِسْمِ الْمُسَمّٰی اَیْ اَخْنَعُ الرِّجَالِ کَقَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی

وَفِيْهِ مُبَالَغَةٌ لِاَنَّهٗ اِذَا قُدِّسَ اسْمُهٗ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِذَاتِهٖ فَذَاتُهٗ بِالتَّقْدِيْسِ اَوْلٰى وَاِذَا كَانَ الْاِسْمُ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ بِالصِّغَارِ وَالْهَوَانِ فَكَيْفَ الْمُسَمّٰى بِهٖ — اھ نَقَلَهٗ فِيْ فَيْضِ الْقَدِيْرِ وَنَحْوُهٗ فِي الْاِرْشَادِ،

چنانچہ طیبی نے کہا یہاں اسم سے مسمیٰ مراد لیا جاسکتا ہے۔ یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وپست، جیسا کہ اللہ عز وجل کا یہ ارشاد، اپنے رب اکبر کے نام کی پاکی بولو، اور اس میں مبالغہ ہے کیونکہ جب نامناسب چیزوں سے اسم الٰہی کی تقدیس ضروری ہے تو خود ذاتِ باری تقدیس کی کتنی مستحق ہوگی۔ لہٰذا جب (ملک الملوک جیسے) نام پر ذلت وحقارت کا حکم ہے تو اس کے مسمیٰ کا کیا حال ہوگا ۱۲م

مرقاۃ نے تصریح کی کہ یہی تاویل بہتر ہے۔

حَيْثُ قَالَ بَعْدَ نَقْلِهٖ نَحْوَ مَا مَرَّ عَنِ الْفَيْضِ وَمِثْلَ مَا فِي الْاِرْشَادِ مَا نَصُّهٗ وَهٰذَا التَّاوِيْلُ اَبْلَغُ وَاَوْلٰى لِاَنَّهٗ مُوَافِقٌ لِرِوَايَةِ اَغْيَظُ اه‍ ح ل اھ

چنانچہ فیض القدیر کی مذکورہ عبارت کے ہم معنی اور عبارت ارشاد کے ہم مثل ایک عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا —— یہ تاویل بلیغ تر اور سب سے بہتر ہے کیونکہ یہ اس روایت کے مطابق ہے جس میں ایسے نام رکھنے والوں کو سب سے زیادہ خبیث بتایا۔ ۱۲م

بلکہ تاویلِ دوم پر افعل التفضیل اس کے غیر پر صادق آئے گا کہ بلاشبہہ ملک الاملاک نام رکھنے سے اللہ یا رحمٰن نام رکھنا بدرجہا بدتر وخبیث تر ہے ابوالعتاہیہ شاعر کی نسبت منقول ہوا کہ اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک کا نام اللہ اور دوسری کا نام رحمٰن۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ پھر اس نے اس سے توبہ کرلی تھی۔ فیض القدیر علامہ مناوی میں ہے۔

مِنَ الْعَجَائِبِ الَّتِيْ لَا تَخْطُرُ بِالْبَالِ مَا نَقَلَهُ ابْنُ بَزِيْزَةَ عَنْ بَعْضِ شُيُوْخِهٖ اِنَّ اَبَا الْعَتَاهِيَةِ كَانَ لَهُ ابْنَتَانِ تُسَمّٰى اِحْدَيْهُمَا اللّٰهُ وَالْاُخْرٰى الرَّحْمٰنُ وَهٰذَا مِنْ عَظِيْمِ الْقَبَائِحِ وَقِيْلَ اِنَّهٗ تَابَ

ابن بزیزہ نے اپنے بعض مشائخ سے ایک ایسی تعجب خیز بات نقل کی ہے جس

کا دل میں خطرہ بھی نہیں گزرتا' وہ یہ کہ ابو العتاہیہ کے دو بیٹیاں تھیں۔ انہوں نے ایک کا نام "اللہ" اور دوسرے کا نام "رحمٰن" رکھا تھا۔ اور یہ تو بڑی ہی قبیح بات ہے اور ایک قول کے مطابق وہ اس سے تائب ہو گیا تھا۔ ۱۲م

اور قاطع ہر کلام یہ کہ حدیث کی تفسیر کرنے والا خود حدیث سے بہتر کون ہوگا۔ یہی حدیث صحیح مسلم شریف کی دوسری روایت میں ان لفظوں سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَغْیَظُ رَجُلٍ عَلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَخْبَثُہٗ وَاَغْیَظُہٗ رَجُلٌ کَانَ یُسَمّٰی مَلِکُ الْاَمْلَاکِ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ۔

قیامت کے دن سب سے زیادہ خدا کے غضب میں اور سب سے بڑھ کر خبیث اور سب سے زیادہ خدا کا مبغوض وہ شخص ہے جس کا نام ملک الاملاک کہا جاتا تھا۔ بادشاہ کوئی نہیں خدا تعالےٰ کے سوا۔[۱]

بالجملہ حدیث حکم فرما رہی ہے کہ اس نام والا روز قیامت تمام جہان سے زیادہ خدا تعالےٰ کے غضب و عذاب میں ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ اَیْ اَکْبَرُ مَنْ یُغْضَبُ عَلَیْہِ۔ یعنی سب سے بڑھ کر جس پر غضب الٰہی ہوگا۔ علامہ طیبی نے کہا۔ یعذبہٗ اشد العذاب۔ اللہ

[۱] تبعنا فیہ الشراح وقد اضطربوا فی تاویل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اغیظ رجل علی اللہ اضطرابا کثیراً وحاملہم علیہ ان ظاہراً للغیظ کون اشد تغیظاً علی اللہ فیکون الغیظ صادراً منہ ومتعلقا بہ تعالیٰ وھو خلاف عن المقصود فان المراد بیان شدۃ غضب اللہ تعالیٰ علیہ وھذا معنی ما قال الطیبی ان علیٰ ھٰھنا لیست بصلۃ الاغیظ کما یقال اغتاظ علیٰ صاحبہ وتغیظ علیہ لاداء المعنیٰ یاباہ کما لا یخفیٰ ثم اخذ فی التاویل فقال ولکن بیان کامر لما قیل اغیظ رجلٍ قیل علیٰ من قیل علی اللہ اھ۔ وانت تعلم انہ لم یأت بشئ وانما (بر ص ۳۸)

تعالیٰ اسے سخت تر عذاب فرمائے گا۔ نقلھما فی المرقاۃ۔ اور شک نہیں کہ سب سے سخت تر عذاب و غضب نہ ہوگا مگر کافر پر، اور "ملک الاملاک" نام رکھنا بالاجماع کفر نہیں ہو سکتا۔ جب تک استغراق حقیقی مراد نہ لے۔ تو حاصل حدیث یہ نکلا کہ جس شخص نے بدعوئ الوہیت و خدائی اپنا نام ملک الاملاک، رکھا اس پر سب سے زیادہ سخت عذاب و غضب رب الارباب ہے۔ اور یہ قطعاً حق ہے اور اسے ما نحن فیہ سے علاقہ نہیں کما لا یخفی

خامساً: اس معنیٰ حق حقیقت سے جس میں وہ نام رکھنے والا ضرور بہ صفت خاص رب العزت بلکہ الوہیت سے بھی بڑھ کر منزلت کا مدعی قطعاً مستحق اشد العذاب الابدی ہے۔ بتنزل لیجئے تو علماء نے سبب نہی یہ بتایا ہے کہ اس نام سے اس کا متکبر ہونا پیدا ہے۔ شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی میں ہے ہو المالک الحقیقی لیس الا ہو ومالکیۃ الغیر مستردۃ الی مالک الملوک فمن تسمی بذلک نازع اللہ سبحٰنہ فی رداء کبریائہ واستنکف ان یکون عبدہ لان وصف المالکیۃ مختص باللہ

(بقیہ ص ۳۷ کا) جعلہ صلۃ الاغیظ کما کان وقال القاضی الامام اسم تفضیل بنی للمفعول اھ۔ **اقول:** وانت تعلم انہ خلاف الاصل ثم بھذا التاویل لما صار الغیظ مضافا الی اللہ تعالیٰ وھو لحال منہ لانہ غضب العاجز عن الانتقام کما فی المرقاۃ احتاجوا الی تاویلہ بانہ مجاز عن عقوبتہ کما فی النھایۃ والطیبی والمرقاۃ۔ ثم بعد ھذا الکل لم تتضح کلمۃ علی فالتجأ القاری الی انہ علی حذف مضاف ای بناء علی حکمہ تعالیٰ اھ۔ **اقول:** ولا یخفی علیک ما فیہ من البعد الشدید وبالجملۃ رجع الکلام علی تاویلھما الی ان اشد الناس مغضوبیۃ بناءً علی حکم اللہ تعالیٰ وانا اقول وباللہ التوفیق ان جعلنا الغیظ وھو غضب العاجز صادراً عن الرجل وعلیٰ صلۃ لہ تخلصنا عن ذٰلک کلہ ولا نسلم

(بر ص ۳۹)

تعالیٰ لا یتجاوزہ والمملوکیۃ بالعبد لا یتجاوز فمن تعدی طورہ فلہ فی الدنیا الخزی والعار فی الآخرۃ الالقاء فی النار

مالک حقیقی تو صرف وہی ذات ہے اور دوسروں کی بادشاہت و ملکیت اسی شہنشاہ کی رہین منت تو جس نے (ملک الملوک) اپنا نام رکھا تو اس نے کبریائی کی چادر میں اللہ سے منازعت مول لی۔ اور اپنے کو بندۂ خدا ہونے سے تکبر کیا۔ کیونکہ مالک ہونا ایک ایسا وصف ہے جو ذات باری کے ساتھ خاص ہے۔ دوسروں میں یہ پایا نہیں جاسکتا۔ یونہی مملوک ہونا یہ بندوں کے ساتھ خاص ہے ان سے متجاوز نہیں ہوسکتا۔ تو جو اس دائرۂ کار سے آگے بڑھ گیا وہ دنیا میں رسوا اور ذلیل اور آخرت میں عذاب نار کا سزاوار ہے

مرقاۃ میں ہے۔

اَلْمَلِکُ الْحَقِیْقِیُّ لَیْسَ اِلَّا ھُوَ وَمِلْکِیَّۃُ غَیْرِہٖ مُسْتَعَارَۃٌ فَمَنْ سُمِّیَ بِھٰذَا الْاِسْمِ نَازَعَ اللّٰہَ بِرِدَائِہٖ وَکِبْرِیَائِہٖ وَلَمَّا اسْتَنْکَفَ اَنْ یَکُوْنَ عَبْدَ اللّٰہِ جُعِلَ لَہُ الْخِزْیُ عَلٰی رُءُوْسِ الْاَشْھَادِ۔

مالک حقیقی تو وہی ذات ہے اور دوسروں کی ملکیت عارضی۔ لہذا جس نے اس نام (ملک الملوک) سے اپنا نام رکھا۔ اس نے ردائے الٰہی اور اس کی کبریائی سے

(ص ۳۸ کا)

اباء المعنیٰ فان المجرم المعذب الکافر بعظمۃ الملک و نعمتہ لا بد لہ من التغیظ علی الملک عند حلول نقمتہ بہ وکلما کان اشد عذابا کان اشد تغیظا و التھابا فکان کنایۃ عن انہ اشد الناس عذابا وناسب ذکرہ بھذا الوجہ اشارۃ الی کونہ متکبرا علی ربہ منازعا لہ فی کبریائہ فاذا احس مس العذاب جعل یتغیظ علی من لا یقدر علیہ ولا یستطیع الفرار منہ وقد کان یزعم مساواۃ فی العظمۃ والاقتدار فمن یقدر قدر تغیظہ الا الواحد القھار والعیاذ باللہ العزیز الغفار واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲ ــــــ منہ عفی عنہ

منازعت کی ـــــ اور جب اس نے بندۂ خدا ہونے سے تکبر کیا تو علی الاعلان ذلت و رسوائی اس کے لیے مقرر کر دی گئی۔ ۱۲م

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے۔

اِنَّ مَالِکَ لِجَمِیْعِ الْخَلَائِقِ اِلَّا اللّٰہ وَ مَالِکِیَّۃُ الْغَیْرِ مُسْتَرَدَّۃٌ اِلٰی مَلِکِ الْمُلُوْکِ فَمَنْ تَسَمّٰی بِذٰلِکَ نَازَعَ اللّٰہَ فِیْ رِدَاءِ کِبْرِیَائِہٖ وَاسْتَنْکَفَ اَنْ یَکُوْنَ عَبْدَ اللّٰہِ۔

مخلوقات کا مالک تو صرف اللہ ہے۔ اور غیر کا مالک ہونا اسی شہنشاہ کا مدّ و قہر ہے تو جس نے یہ (ملک الملوک) نام رکھا تو اس اللہ عزّ و جلّ سے اسکی کبریائی کی چادر میں منازعت مول لی اور بندۂ الٰہی ہونے سے تکبّر کیا۔ ۱۲م

بعینہٖ یوں ہی سراج المنیر میں ہے۔

مِنْ قَوْلِہٖ فَمَنْ تَسَمّٰی بِذٰلِکَ الخ۔ ارشاد السّاری میں ہے۔

اَلْمَالِکُ الْحَقِیْقِیُّ لَیْسَ اِلَّا ھُوَ مِثْلُ مَا مَرَّ عَنِ الطِّیْبِیِّ اِلٰی قَوْلِہٖ اِسْتَنْکَفَ اَنْ یَکُوْنَ عَبْدَ اللّٰہِ وَزَادَ فَیَکُوْنُ لَہُ الْخِزْیُ وَالنَّکَالُ۔

مالکِ حقیقی تو صرف وہی ذات ہے۔ اِسْتَنْکَفَ اَنْ یَکُوْنَ عَبْدَ اللّٰہِ (اللہ کا بندہ ہونے سے تکبّر کیا) تک مِنْ وَ عَنْ طیبی کے قول کی طرح البتہ اس میں فَیَکُوْنُ لَہٗ الخ کا لفظ زائد ہے۔ یعنی اس کے لئے ذلت و رسوائی۔ ۱۲م

اِن سب عبارات کا حاصل یہ کہ علّتِ نہی یہ ہے کہ اس نے تکبّر کیا، اور تعالےٰ کا بندہ بننے سے نفرت کی۔ اِن کلمات کو اگر ان کی حقیقت پر رکھیے جب تو وہی وجہ سابق ہے کہ حدیث اسی کی نسبت ہے جو حقیقی اصلی شاہنشاہی یعنی الوہیّت کا مدّعی اور عبدیّت سے منکر ہو۔ ورنہ کم از کم اس قدر ضرور کہ علّتِ منع تکبّر بتاتے ہیں۔ تو ممانعت خود اپنے آپ شہنشاہ کہنے سے ہوئی کہ اپنی تعظیم کی اور اپنے آپ کو بڑا جانا۔ دوسرے نے اگر معظمِ دینی کی تعظیم کی اسے خدا تعالےٰ کے بڑا کئے سے بڑا جانا تو اسے تکبر سے کیا علاقہ، اب یہ حدیث اس طرق کی طرف راجع ہوئی کہ آقا کو منع فرمایا کہ اپنے

غلام کو اپنا بندہ نہ کہے۔ حالانکہ قرآن وحدیث واقوال جمیع علمائے امت میں واقع ہے ___ قال اللہ تبارک وتعالیٰ

وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ (پ ۱۸ ر ۱۰) | اور اپنے لائق بندوں

وقال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم،

لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ۔ | مسلمان کے (عبد) غلام اور گھوڑے میں صدقہ نہیں۔

اِس مسئلے کی تحقیق فتاوائے فقیر میں بحمد اللہ تعالیٰ بروجہ اتم ہے امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

قَالَ فِيْ مَصَابِيْحِ الْجَامِعِ سَاقَ الْمُؤَلِّفُ فِي الْبَابِ قَوْلَهٗ تَعَالٰى وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ۔ وَقَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّ النَّهْيَ اِنَّمَا جَاءَ مُتَوَجِّهًا عَلٰى جَانِبِ السَّيِّدِ اِذْ هُوَ فِيْ مَظِنَّةِ الْاِسْتِطَالَةِ وَاَنَّ قَوْلَ الْغَيْرِ هٰذَا عَبْدُ زَيْدٍ وَهٰذِهٖ اَمَةُ خَالِدٍ جَائِزٌ لِاَنَّهٗ يَقُوْلُهٗ اِخْبَارًا وَّتَعْرِيْفًا وَلَيْسَ فِيْ مَظِنَّةِ الْاِسْتِطَالَةِ وَالْاٰيَةُ وَالْحَدِيْثُ مِمَّا يُؤَيِّدُ هٰذَا الْفَرْقَ۔

مصابیح الجامع میں فرمایا کہ مؤلف کا باب کی مناسبت سے اللہ عزّ وجلّ کا یہ ارشاد "اپنے لائق بندوں اور کنیزوں"۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ" پیش کرنا اس بات پر تنبیہ کے لئے ہے کہ ممانعت خود ذاتِ سیّد کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے۔ کیونکہ یہ کبر کی جا ہے۔ رہا کسی غیر کا یہ کہنا یہ زید کا عبد (غلام) ہے، یہ خالد کی باندی ہے، تو یہ جائز ہے کیونکہ اس قول سے مقصود خبر دینا اور تعریف کرنا ہے۔ یہاں کبر و نخوت کی کوئی جگہ نہیں۔ آیت کریمہ اور حدیث پاک سے بھی اسی فرق کی تائید ہوتی ہے ۱۲ م

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے۔

اَلْمَعْنٰى فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ رَاجِعٌ اِلَى الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكِبْرِ۔

یہ معنی کبر و نخوت سے براءت کے لئے ہے۔ ۱۲ م

شرح السنہ امام بغوی پھر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے ۔

مَعْنیٰ ھٰذَا رَاجِعٌ اِلَی الْبَرَاءَۃِ مِنَ الْکِبْرِ وَالْتِزَامِ الذُّلِّ وَالْخُضُوْعِ

یہ تمامی تاویلات کبر اور ذلت و خواری کے التزام سے برارت کے لئے ہے ۱۲م

اِن سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ یہ ساری ممانعتیں تکبر سے بچنے کے لئے ہیں ۔ اور یہ کہ تکبر خود اپنے کہنے میں ہو سکتا ہے ۔ دوسرے کو کہنے میں تکبر کا کیا محل ، پھر اپنے آپ کو کہنے میں بھی حقیقۃً حکم نیت پر دائر ہو گا ، اگر بوجہ تعلی و تکبر ہے قطعاً حرام ، ورنہ نہیں فَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰی ۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے کیا ——— اس کی نظیر یہی کہ اپنے غلام کو اے میرے بندے ! کہنا یہ بہ نیت تکبر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ——— امام نووی پھر امام عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں ۔

اَلْمُرَادُ بِالنَّھْیِ مَنِ اسْتَعْمَلَہٗ عَلٰی جِھَۃِ التَّعَاظُمِ لَا مَنْ مُّرَادِہِ التَّعْرِیْفُ

ممانعت سے مراد اس خاص صورت میں ممانعت ہے جب اسے بڑائی بیان کرنے کیلئے استعمال کرے اور جس کی مراد دوسرے کی تعریف ہو اس کے لئے ممانعت نہیں ۔ ۱۲م

مرقاۃ میں ہے ———

وَلِذَا قِیْلَ فِیْ کَرَاھَۃِ ھٰذِہِ الْاَسْمَاءِ ھُوَ اَنْ یَّقُوْلَ ذٰلِکَ عَلٰی طَرِیْقِ التَّطَاوُلِ عَلَی الرَّقِیْقِ وَالتَّحْقِیْرِ لِشَانِہٖ وَاِلَّا فَقَدْ جَاءَ بِہِ الْقُرْاٰنُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ وَقَالَ : اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ ۔

اس وجہ سے بعض علماء نے کہا ۔ ایسا نام رکھنا اس وقت مکروہ ہے جب کہنے والے کا مقصد غلام پر فخر کرنا اور اس کی شان کی حقارت ظاہر کرنا ہو ۔ ورنہ خود قرآن ناطق ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ۔ "اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا ، اور فرماتا ہے ۔ "اور اپنے آقا کے پاس ہمیں یاد کرو" ۔ ۱۲م

اشعۃ اللمعات میں ہے ۔

وگفتہ اند کہ منع ونہی از اطلاقِ عبد و اَمَة بر تقدیرے است کہ بر وجہ تطاوُل وتحقیر وتصغیر باشد، وَاِلّا اِطلاقِ عبد و اَمَة در قرآن واحادیث آمدہ

علماء نے فرمایا ہے کہ (اپنے غلام اور باندی پر) عبد اور اَمَة کا اطلاق اس صورت میں منع ہے جب یہ ازراہِ تکبر اور تحقیر وتصغیر ہو ــــ ورنہ خود قرآن واحادیث میں لفظ "عبد اور اَمَة" موجود ہے۔ ۱۲م

دوسری نظیر اپنے آپ کو عالم کہنا ہے کہ بر سبیل تفاخر حرام ورنہ جائز، حدیث شریف میں ہے ــــ مَنْ قَالَ اَنَا عَالِمٌ فَهُوَ جَاهِلٌ۔ جو شخص یہ کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے ــــ رَوَاهُ الطِّبْرَانِیُ فِی الْاَوْسَطِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ــــ حالانکہ نبی اللّٰہ سیّدنا یوسف علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ اِنِّیْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ۔ بے شک میں حفاظت کرنے والا ہوں، عالم ہوں۔

تیسری نظیر اسبالِ ازار ہے۔ یعنی تہ بند یا پائچے ٹخنوں سے نیچے خصوصاً زمین تک پہونچتے رکھنا کہ اس کے بارے میں کیا کیا سخت وعیدیں وارد، یہاں تک کہ فرمایا۔

ثَلٰثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ ــــ تین شخص ہیں کہ اللّٰہ تعالےٰ روزِ قیامت ان سے بات نہ کرے گا۔ اور ان کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اور انہیں پاک نہیں کرے گا۔ اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔ یہ تہ بند لٹکانے والا اور دے کر احسان رکھنے والا، اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال چلتا کرنے والا رَوَاهُ السِّتَّةُ اِلَّا الْبُخَارِیْ عَنْ اَبِیْ ذَرِّ النِّجَارِیْ عَلَيْهِ رِضْوَانُ الْبَارِیْ۔

پھر جب صدیق اکبر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی۔ اِنَّ اِزَارِیْ يَسْتَرْخِیْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَهٗ ــــ یارسول اللّٰہ! بیشک میرا تہ بند ضرور لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی خاص احتیاط اور خیال

رکھوں ــــ فرمایا ــ اَنْتَ لَسْتَ مِمَّنْ یَفْعَلُہٗ خُیَلَاءَ ــــ تم ان میں سے نہیں ہو جو براہِ تکبر و ناز ایسا کریں ــــ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ وَاَبُوْدَاوٗدُ وَالنَّسَائِیُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا۔

سادسًا[1]: حدیث میں ممانعت ہے تو نام رکھنے کی۔ کسی کے وصف میں کوئی بات بیان کرنے اور نام رکھنے میں بڑا بل ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ حدیثوں میں عزیز و حکم و حکیم نام رکھنے کی ممانعت آئی۔ اور عزت و حکم و حکمت سے قرآن و حدیث میں بندوں کا وصف فرمایا گیا۔ جن کی سندیں اوپر گزریں، نیز اس کی نظیر حابسُ الفیل و سائق البقرات ہے کہ رب عزّ و جلّ کے یہ نام رکھنا حرام اور وصف وارد، جب واقعۂ حدیبیہ میں ناقہ قصواء شریف بیٹھ گیا۔ اور لوگوں نے کہا ناقہ نے سرکشی کی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نہ اس نے سرکشی کی نہ اس کی یہ عادت، وَلٰکِنْ حَبَسَھَا حَابِسُ الْفِیْلِ ــــ بلکہ اسے حابس فیل نے روک دیا۔ یعنی جس نے ابرہہ کے ہاتھی کو بٹھا دیا اور کعبہ معظمہ پر حملہ کرنے سے روکا تھا عزّ جلالہٗ۔ زرقانی علی المواہب میں علامہ ابن المنیر سے ہے۔

یَجُوْزُ اِطْلَاقُ ذٰلِکَ فِیْ حَقِّ اللّٰہِ تَعَالٰی فَیُقَالُ حَبَسَھَا اللّٰہُ حَابِسُ الْفِیْلِ وَاِنَّمَا الَّذِیْ یُمْکِنُ اَنْ یُّمْنَعَ تَسْمِیَتُہٗ سُبْحَانَہٗ حَابِسَ الْفِیْلِ وَنَحْوَہٗ اھ قَالَ الزُّرْقَانِیُّ وَھُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الصَّحِیْحِ مِنَ الْاَسْمَاءِ تَوْقِیْفِیَّۃٌ

اللہ تبارک وتعالٰے پر اس کا اطلاق جائز ہے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے، کہ اللہ حابسِ فیل نے اسے روک لیا۔ ہاں ممانعت اس صورت میں ہو سکتی ہے جب حابسِ فیل، یا اس کے ہم معنی کو اسم الٰہی قرار دے دیا جائے۔ زرقانی نے کہا اس کی بنا، وہ قول صحیح ہے جس میں اسمائے الٰہی کو توقیفی قرار دیا ہے ۱۲م

اُکیدر بادشاہ دومۃ الجندل کے واقعہ میں حضرت بجیر طائی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا ؎

[1] اَلْوُجُوْہُ الْخَمْسَۃُ الْاُوَلُ عَامَّۃٌ وَھٰذَا خَاصٌّ بِغَیْرِ التَّسْمِیَۃِ۔ ۱۲ منہ عُفِیَ عَنْہٗ

تَبَارَكَ سَائِقُ الْبَقَرَاتِ اَتَيَ ــــ دَأَيْتُ اللّٰهَ يَهْدِي كُلَّ هَادٍ
حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا کلام پسند
کیا ـــــ اور فرمایا۔ لَا يَفْضُضِ اللّٰهُ فَاكَ ـــ اللہ تیرا منہ بے
دندان نہ کرے ـــ نوّے برس جئے، کسی دانت کو جنبش نہ ہوئی۔ رَوَاہُ
ابن السکن وابونعیم وابن مندۃ۔
یہ ہے تمام وہ کلام کہ ان اکابر متقدمین ومتأخرین ائمہ دین وفقہائے
معتمدین وعرفائے کاملین کی طرف سے فقیر نے حاضر کیا۔ اور ممکن کہ خود
ان کے پاس اس سے بھی بہتر جواب ہو۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔
سَابِعًا: اس سب سے قطع نظر کرکے یہی فرض کرلیجئے کہ معاذ اللہ
ان تمام اکابر پر طعن ثابت ہوا اور جواب معدوم، تو انصافاً فقیر کا مصرع
اب بھی اس روش پر نہیں کہ ان ائمہ وعلماء نے قطعاً غیر خدا کو شہنشاہ و
قاضی القضاۃ کہا ہے۔ حتیٰ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو
بھی نہیں بلکہ کسی عالم یا ولی یا نرے حکام دنیوی کو اور وہ مصرع اس معنیٰ
میں ہرگز متعین نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں لفظ شہنشاہ حضرت عزت عزّ جلالہٗ سے
مخصوص ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سرے منشاءِ شبہہ زائل، اور اگر ہے تو
جو لفظ اللہ عزّ وجل کے لئے خاص تھا اسے غیر اللہ پر کیوں حمل کیجئے؟ شہنشاہ
سے اللہ ہی کیوں نہ مراد لیجئے کہ روضہ بمعنیٰ قبر نہیں، بلکہ خیابان اور کیاری
کو کہتے ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُوْنَ۔ قبر پر اس کا اطلاق
تشبیہ بلیغ ہے جیسے رَأَيْتُ اَسَدًا يَرْمِي۔ حدیث شریف قبر مؤمن کو
رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ فرمایا۔ جنّت کی کیاریوں میں سے ایک
کیاری، تو روضہ شہنشاہ کے معنیٰ ہوئے الٰہی خیابان، خدا کی کیاری ـــ
اس میں کیا حرج ہے۔ جب قرآن عظیم نے مدینہ طیبہ کی ساری زمین کو
اللہ عزّ وجل کی طرف اضافت فرمایا۔ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً
فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا۔ کیا خدا کی زمین یعنی زمین مدینہ کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں

ہجرت کرتے، تو خاص روضہ انور کو الہٰی روضہ شاہنشاہی خیابان ربانی کیاری کہنے میں کیا حرج ہے وللہ الحمد

باآں ہمہ حبیب فقیر بعون القدیر آیت و حدیث سے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مَالِکُ النَّاسِ، مَلِکُ النَّاسِ، مَالِکُ الْاَرْضِ مَالِکُ رِقَابِ الْاُمَمِ ہونا ثابت کر چکا۔ تو لفظ براصرار بار دلیت خلاف پر انکار کی حاجت نہیں، یہ بھی ہمارے علماء سے بعض متاخرین کا قول ہے اس کے لحاظ بجائے شہنشاہ ”شہ طیبہ“ کہیے کہ وہ شاہِ طیبہ بھی ہیں اور شاہ تمام روئے زمین بھی، اور شاہِ تمام اوّلین و آخرین بھی، جن میں ملوک سلاطین سب داخل، بادشاہ ہو یا رعیت، وہ کون ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کے دائرہ غلامی سے سر باہر نکال سکتا ہے

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است   کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَلٰکِنْ هٰذَا اٰخِرُ الْکَلَامِ فِی الْمَسْئَلَةِ الْاُوْلٰی الْحَمْدُ لِلّٰهِ فِی الْاُوْلٰی وَالْاُخْرٰی

جواب سوال دوم: الحق اللہ عزّ وجلّ ہی مقلب القلوب ہے۔ سب کے دلوں، نہ صرف دل بلکہ عالم کے ذرّے ذرّے پر حقیقی قبضہ اسی کا ہے۔ مگر نہ اس کی قدرت محدود نہ اس کی عطا رکا بابِ وسیع مسدود۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پ۱ رکوع ۹) بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا (پ۱۵ رکوع ۲۴) اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔ وہ علی الاطلاق فرماتا ہے۔ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے قبضہ و قابو دیتا ہے۔ اس کا اطلاق اجسام و ابصار و اسماع و قلوب سب کو شامل ہے۔ وہ اپنے محبوبوں کو جس کے چاہے دست دیا پر قدرت دے چاہے چشم و گوش پر، چاہے دل و ہوش پر، اس کی قدرت ہی کمی نہ عطا میں تنگی، کیا ملائکہ دلوں میں القائے خیر نہیں کرتے، نیک ارادے نہیں ڈالتے، بُرے خطر دل سے

نہیں پھیرتے، ضرور یہ سب کچھ باذنِ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں تصرف کے اور کیا معنیٰ ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پ ۹ ر ۱۵)

جب وحی فرماتا ہے تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم دل قائم رکھو مسلمانوں کے۔

سیرت ابن اسحٰق و سیرت ابن ہشام میں ہے۔ بنی قریظہ کو جاتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم راہ میں اپنے کچھ اصحاب پر گزرے۔ ان سے دریافت فرمایا، تم نے ادھر جاتے ہوئے کوئی شخص دیکھا؟ عرض کی دحیہ بن خلیفہ کو نقرہ خِنگ پر سوار جاتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا۔

ذَاکَ جِبْرِیْلُ بُعِثَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَۃَ یُزَلْزِلُ بِھِمْ حُصُوْنَھُمْ وَ یَقْذِفُ الرُّعْبَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ۔

وہ جبریل تھا کہ بنی قریظہ کی طرف بھیجا گیا کہ ان کے قلعوں میں زلزلے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالے۔ ۱۲م

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا جَلَسَ الْقَاضِیْ فِیْ مَجْلِسِہٖ ھَبَطَ عَلَیْہِ مَلَکَانِ یُسَدِّدَانِہٖ وَیُوَفِّقَانِہٖ وَیُرْشِدَانِہٖ مَالَمْ یَجُرْ فَاِذَا جَارَ عَرَجَا وَتَرَکَاہُ۔

جب قاضی مجلس حکم میں بیٹھتا ہے تو دو فرشتے اترتے ہیں کہ اس کی رائے کو درستی دیتے ہیں اور اسے ٹھیک بات سمجھنے کی توفیق دیتے ہیں۔ اور اسے نیک راستہ سُجھاتے ہیں جب تک حق سے میل نہ کرے۔ جہاں اس نے میل کیا۔ فرشتوں نے اسے چھوڑا اور آسمان پر اڑ گئے۔ ۱۲م

دیلمی مسند الفردوس میں صدیق اکبر و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، دونوں سے راوی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

لَوْ لَمْ اُبْعَثْ فِيْكُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ اَيَّدَ اللّٰهُ عُمَرَ بِمَلَكَيْنِ يُوَفِّقَانِهٖ وَيُسَدِّدَانِهٖ فَاِذَا اَخْطَأَ صَرَفَاهُ حَتّٰى يَكُوْنَ صَوَابًا۔

اگر میں ابھی تم میں ظہور نہ فرماتا تو بیشک عمر نبی کیا جاتا۔ اللہ عزّ وجلّ نے دو فرشتوں سے تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں عمر کو توفیق دیتے اور ہر بات میں اسے ٹھیک راہ پر رکھتے۔ اگر عمر کی رائے لغزش کرنے کو ہوتی ہے وہ پھیر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ عمر سے حق ہی صادر ہوتا ہے۔ ۱۲م

ملائکہ کی شان تو بلند ہے، شیاطین کو قلوب عوام میں تصرّف دیا ہے جس سے فقط اپنے چُنے ہوئے بندوں کو مستثنیٰ کیا ہے کہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ۔ (پ۱۴ رکوع ۴) میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں۔

قال اللہ تعالےٰ

یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (پ۳۰ رکوع ۳۹)	شیطان جن اور لوگ، لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

وقال اللہ تعالےٰ

شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۝ (پ۸ رکوع ۱)	شیطان آدمی اور جن ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں بناوٹ کی بات دھوکے کی۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد مثل امام احمد حضرت انس بن مالک اور مثل ابن ماجہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ۔	بیشک شیطان انسان (آدمی) کی رگ رگ میں خون کی طرح ساری (جاری) ہے۔

صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔

"جب اذان ہوتی ہے شیطان گوز زناں بھاگ جاتا ہے کہ اذان کی

آواز نہ سُنے۔ جب اذان ہو چکتی ہے پھر آتا ہے۔ جب تکبیر ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے جب تکبیر ہو چکتی ہے پھر آتا ہے۔ حَتّٰی یَخْطُوا بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِہٖ یَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ کَذَا لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُہٗ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ مَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی۔ یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے دل کے اندر حائل ہو کر خطرے ڈالتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ بات یاد کر وہ بات یاد کر ان باتوں کے لئے جو آدمی کے خیال میں بھی نہ تھیں، یہاں تک کہ انسان کو یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ کتنی پڑھی "

امام ابوبکر بن ابی الدنیا کتاب مکائد الشیطان، اور امام اجل ترمذی نوادر الاصول میں بسند حسن، اور ابو یعلٰی مسند اور ابن شاہین کتاب الترغیب اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ وَاضِعٌ خَطْمَہٗ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِنْ ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِنْ نَسِیَ الْتَقَمَ قَلْبَہٗ فَذٰلِکَ الْوَسْوَاسُ الْخَنَّاسُ۔

بیشک شیطان اپنی چونچ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے ہے۔ جب آدمی خدا تعالٰی کو یاد کرتا ہے، شیطان دبک جاتا ہے اور جب آدمی (ذکر سے) غفلت کرتا ہے (بھول جاتا ہے) تو شیطان اس کا دل اپنے منہ میں لے لیتا ہے۔ تو یہ ہے۔ (شیطان خناس) وسوسہ ڈالنے والا، دبک جانے والا۔

لمہ شیطانی ولمہ ملکی دونوں مشہور اور حدیثوں میں مذکور ہیں۔ پھر اولیائے کرام کو قلوب میں تصرف کی قدرت عطا ہونی کیا محل انکار ہے حضرت علامہ سجلماسی رحمۃ اللہ تعالٰی کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدی عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عوام جو اپنے حاجات میں اولیائے کرام مثل حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استعانت کرتے ہیں نہ کہ اللہ عزوجل سے حضرات اولیاء نے ان کو قصداً ادھر لگا لیا ہے کہ دعا میں مراد ملنی نہ ملنی دونوں پہلو ہیں

عوام (مراد) نہ ملنے کی حکمتوں پر مطلع نہیں کیئے جاتے۔ تو اگر بالکلیہ خالص اللہ عزّ وجلّ ہی سے مانگتے پھر مراد ملتی نہ دیکھتے تو احتمال تھا کہ خدا کے وجود ہی سے منکر ہو جاتے۔ اس لئے اولیا ہ نے ان کے دلوں کو اپنی طرف پھیر لیا کہ اب اگر (مراد) نہ ملنے پر بے اعتقادی کا وسوسہ آیا بھی تو اس ولی کی نسبت آئے گا جس سے مدد چاہی تھی۔ اس میں ایمان تو سلامت رہے گا۔

حدیث اوّل

اور سنئے: مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کتاب مستطاب نُزْہَۃُ الخَاطِرِ الفَاتِرِ فی ترجمۃِ سَیّدِی الشریف عبدالقادر رضی تعالےٰ عنہ میں فرماتے ہیں۔

روی الشیخ الجلیل ابو صالح المغربی رحمہ اللہ تعالیٰ انہ قال قال لی سیّدی الشیخ شعیب ابو مدین قدس اللہ سرّہٗ یا ابا صالح سافر الی بغداد وأت الشیخ محی الدّین عبد القادر لیعلّمك الفقر۔ فسافرت اِلیٰ بغداد فلما رأیتہ رأیتُ رجلًا ما رأیت اکثر ھیبۃ منہ (فساق الحدیث الیٰ اٰخرہ الی ان قال) قلت یا سیّدی اریدُ ان تمدّنی منك بھٰذا الوصف فنظر نظرۃً فتفرقت عن قلبی جواذب العادات کما ینفرق الظلام بھجوم النھار وانا الاٰن انفق من تلك النّظرۃ۔ یعنی شیخ جلیل ابو صالح مغربی رحمہ اللہ تعالےٰ نے روایت کی، مجھ کو میرے شیخ حضرت ابو شعیب مدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ اے ابو صالح! سفر کر کے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر کے حضور حاضر ہو کہ وہ تجھ کو فقر تعلیم فرمائیں۔ میں بغداد گیا جب حضور پر نور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا میں نے اس ہیبت وجلال کا کوئی بندہ خدا نہ دیکھا تھا۔ حضور نے مجھ کو ایک سو بیس دن یعنی تین چلّے خلوت میں بٹھایا۔ پھر میرے پاس تشریف لائے اور قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اے ابو صالح! ادھر کو دیکھ تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟ میں نے عرض کی کعبۂ معظمہ

پھر مغرب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ادھر کو دیکھ تجھے کیا نظر آتا ہے؟۔
میں نے عرض کی میرے پیر ابو مدین، فرمایا کدھر جانا چاہتا ہے؟ کعبہ کو یا اپنے
پیر کے پاس؟ میں نے کہا اپنے پیر کے پاس، فرمایا ایک قدم میں جانا
چاہتا ہے یا جس طرح آیا تھا؟ میں نے عرض کی بلکہ جس طرح آیا تھا۔ فرمایا
یہ افضل ہے۔ پھر فرمایا۔ اے ابو صالح! اگر تو فقر چاہے تو ہرگز بے زینہ
اس تک نہ پہنچے گا۔ اور اس کا زینہ توحید ہے۔ اور توحید کا مدار یہ ہے
کہ عین السرّ کے ساتھ دل سے ہر خطرہ مٹا دے۔ لوح دل بالکل پاک و
صاف کر دے۔ میں نے عرض کی اے میرے آقا! میں چاہتا ہوں کہ حضور
اپنی مدد سے یہ صفت مجھ کو عطا فرمائیں۔ یہ سُنکر حضور نے ایک نگاہِ
کرم مجھ پر فرمائی کہ ارادوں کی تمام کششیں میرے دل سے ایسی کافور
ہو گئیں جیسے دن کے آنے سے رات کی اندھیری، اور میں آج تک حضور
کی اسی ایک نگاہ سے کام چلا رہا ہوں۔

دیکھئے خاطر پر اس سے بڑھ کر اور کیا قبضہ ہو گا کہ ایک نگاہ میں دل
کو تمام خطرات سے پاک فرما دیا اور نہ فقط اسی وقت بلکہ ہمیشہ کے لئے،

امام اجل مصنّف بہجۃ الاسرار شریف کی جلالت شان اور اس کتابِ جلیل کی صحت و عظمت

فائدہ: یہ حدیث جلیل حضرت امام اجل سیّد العلما، شیخ القرا، عمدۃ العرفا، نور الملۃ والدّین ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی قدّس سرّہٗ العزیز نے کہ صرف دو واسطہ سے حضور پُر نور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مرید ہیں۔ امام جلیل الشان، شیخ القرا، ابو الخیر شمس الدّین محمد محمد محمد ابن الجزری رحمہ اللہ تعالےٰ مصنّفِ حصن حصین شریف کے استاذ ہیں۔ امام ذہبی صاحب میزان الاعتدال ان کی مجلس مبارک میں حاضر ہوئے۔ اور طبقات القرا میں ان کی مدح وستائش کی۔ اور ان کو اپنا امام یکتا لکھا۔

حَیْثُ قَالَ عَلِیُّ بْنُ یُوسُفَ بْنِ جَرِیْرٍ اللَّخْمِیُّ الشَّطْنُوفِیُّ الْاِمَامُ الْاَوْحَدُ الْمُقْرِیُ نُوْرُ الدِّیْنِ شَیْخُ الْقُرَّاءِ بِالدِّیَارِ الْمِصْرِیَّۃ۔

چنانچہ کہا کہ علی بن یوسف بن جریر نورالدین امام یکتا، مدرس قرأت اور بلاد مصر شیخ القراء ہیں۔ ۱۲م

اور امام اجل عارف باللہ سیدی عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی یمنی رحمہ اللہ تعالیٰ "مرآۃ الجنان" میں اُس جناب کو اِن مناقبِ جلیلہ سے یاد فرمایا

روی الشیخ الامام الفقیہ العالم المقرئ ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر بن معضاد الشافعی اللخمی فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسندہٖ الخ۔

شیخ و امام زبردست فقیہ، مدرس قرأت علی ابن یوسف بن جریر بن معضاد شافعی لخمی نے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی۔ ۱۲م

اور امام اجل شمس الملۃ والدین ابوالخیر ابن الجزری مصنّف حصن حصین نے نہایۃ الدرایات فی اسماء الرجال القراءات میں فرمایا۔

علی بن یوسف بن جریر بن فضل بن معضاد نورالدین ابو الحسن اللخمی الشطنوفی الشافعی الاستاذ المحقق البارع شیخ الدیار المصریۃ ولد بالقاھرۃ سنۃ اربع واربعین وستمائۃ وتصدر للاقراء بالجامع الازھر من القاھرۃ وتکاثر علیہ الناس لاجل الفوائد والتحقیق وبلغنی انہ عمل علی الشاطبیۃ شرحا نلوکان ظھر لکان من اجود شرح وحما توفی یوم السبت اوان الظھر ودفن یوم الاحد والعشرین من ذی الحجۃ سنۃ ثلث عشرۃ وسبع مائۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یعنی علی بن یوسف نورالدین ابوالحسن شافعی استاذ محقق ایسے کمال والے جو عقلوں کو حیران کردے۔ بلاد مصر کے شیخ قاہرۂ مصر میں ۶۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور مصر کی جامع ازہر میں صدرِ تعلیم پر جلوس فرمایا۔ ان کے فوائد و تحقیق کے سبب

خلائق کا ان پر ہجوم ہوا۔ میں نے سنا کہ شاطبیہ پر بھی اس جناب نے شرح لکھی، یہ شرح اگر ظاہر ہوتی تو ان کی تمام شرحوں سے بہتر شروح میں ہوتی ۔ روز دوشنبہ بوقت ظہر وفات پائی اور بروز یکشنبہ بستم ذی الحجہ ۱۳ ۷ھ میں دفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ۔ انتہیٰ

اور امام اجل جلال الملۃ والدّین سیوطی نے حُسنُ المحاضرہ باخبارِ مصر والقاہرۃ میں فرمایا۔

علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام الاوحد نور الدّین ابو الحسن شیخ القراء بالدّیار المصریۃ تصدر للاقراء بالجامع الازھر وتکاثر علیہ الطلبۃ۔

یعنی علی بن یوسف ابو الحسن نور الدّین امام یکتا ہیں۔ اور بلاد مصر میں شیخ القراء پھر ان کا مسند تعلیم پر جلوس اور طلبہ کا ہجوم، اور تاریخ ولادت و وفات اسی طرح ذکر فرمائی، نیز امام سیوطی نے اس جناب کا تذکرہ اپنی کتاب بغیۃ الوعاۃ میں لکھا۔ اور اس میں نقل فرمایا کہ۔

لہٗ الیدُ الطُّولیٰ فِی عِلمِ التَّفسِیرِ	علم تفسیر میں اس جناب کو ید طولیٰ تھا۔

اور حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے کتاب "زُبدۃ الاسرار" میں اس جناب کے فضائلِ عالیہ یوں بیان فرمائے۔

بھجۃ الاسرار من تصنیف الشیخ الامام الاجل الفقیہ العالم المقریٔ الاوحد البارع نور الدّین ابی الحسن علی بن یوسف الشافعی اللخمی وبینہٗ وبین الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واسطتان وھو داخل فی بشارۃ قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طوبیٰ لمن رانی ولمن رای من رانی ولمن رای من رانی۔

یعنی امام اجل، فقیہ، عالم، مدرسِ قرارت، یکتا، عجب صاحبِ کمال، نور الدّین ابو الحسن علی بن یوسف شافعی، لخمی، ان میں اور حضور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں صرف دو واسطے ہیں۔ اور وہ حضور

پر نور سرکار غوثیت کی اس بشارت میں داخل ہیں کہ شادمانی ہے اسے جس نے مجھ کو دیکھا اور اسے جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا اور اسے جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ انتہی۔ ان امام اجل یکتا نے کہ ایسے اکابر ائمہ جن کی امامت وعظمت وجلالت شان کے ایسے مداح ہوئے۔ اپنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار شریف میں ذکہ امام اجل یافعی وغیرہ اکابر اس سے سند لیتے آئے امام اجل شمس الملۃ والدین ابوالخیر ابن الجزری مصنّف حصن حصین نے یہ کتاب مستطاب حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر حنفی وشطوطی رحمہ اللہ تعالےٰ سے پڑھی۔ اور حدیث کی طرح اس کی سند حاصل کی۔ اور علاّمہ عمر بن عبدالوہاب حلبی نے اس کی روایات معتمد ہونے کی تصریح کی۔ اور حضرت شیخ محقق محدث دہلوی نے زبدۃ الآثار شریف میں فرمایا۔

این کتاب بہجۃ الاسرار کتابے عظیم وشریف ومشہور است۔
یہ کتاب بہجۃ الاسرار ایک عظیم وشریف اور مشہور کتاب ہے۔ ۱۲م

اور زبدۃ الاسرار شریف میں اس کی روایات صحیح وثابت ہونے کی تصریح کی) یوں بسند صحیح روایت فرمائی کہ

حدّثنا الفقیہ ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحیم بن حجاج بن یعلیٰ الفاسی المالکی المحدّث بالقاھرۃ سنۃ ۶۷۱ھ قال اخبرنا جدّی حجاج بفاس سنۃ ۶۳۲ھ قال حججتُ مع الشیخ ابی محمّد صالح بن ویرجان الدکالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنۃ ۵۸۸ھ فلمّا کنّا بعرفات والفینا بہا الشیخ اباالقاسم عمر بن مسعود المعروف بالبزاز فتسالمنا وجلسنا یتذاکران ایام الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال الشیخ ابومحمّد قال لی سیّدی الشیخ ابومدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا صالح سافر الیٰ بغداد الحدیث۔

یعنی فقیہ محدث ابوالحجاج نے ہم سے حدیث بیان کی کہ میرے جد امجد حجاج بن یعلیٰ

بن علیٰ فاسی نے مجھے خبر دی کہ میں نے شیخ ابو محمد صالح کے ساتھ ۵۸۸ھ میں حج کیا۔ عرفات میں ہم کو حضرت شیخ ابوالقاسم عمر بزار ملے۔ دونوں شیخ بعد سلام بیٹھ کر حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ذکر فرمانے لگے۔ ابو محمد صالح نے فرمایا مجھ سے میرے شیخ حضرت شعیب ابو مدین نے فرمایا اے صالح! سفر کر کے بغداد حاضر ہو۔ الیٰ آخرہٖ

تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ ان شیخ کا نام گرامی صالح ہے۔ اور کنیت ابو محمد، نزہۃ الخاطر میں ابو صالح واقع ہوا سہوِ قلم ہے۔

حدیثِ دوم آور سنئے: اسی حدیث جلیل میں ہے کہ جب حضرت صالح یہ روایت فرما چکے تو حضرت سیّد عمر بزار قدس سرہٗ نے فرمایا۔

وانا ایضاً کنت جالساً بین یدیہ فی خلوتہٖ فضرب بیدہٖ فی صدری فاشرق فی قلبی نور علیٰ قدر دائرۃ الشمس و وجدت الحق من وقتی وانا الی الاٰن فی زیادۃ من ذٰلک النور۔

یعنی یوں ہی میں بھی ایک روز حضور پُر نور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے حضور خلوت میں حاضر تھا۔ حضور نے اپنے دستِ مبارک کو میرے سینے پر مارا۔ فوراً ایک نور قرصِ آفتاب کے برابر میرے دل میں چمک اٹھا۔ اور اسی وقت سے میں نے حق کو پایا ـــــ اور آج تک وہ نور ترقی کر رہا ہے۔

حدیث سوم آور سنئے: امام ممدوح اسی بہجۃ الاسرار شریف میں با یں سند راوی،

حدثنا الشیخ ابوالفتوح محمد ابن الشیخ ابی المحاسن یوسف بن اسمٰعیل التیمی البکری البغدادی قال اخبرنا الشیخ الشریفُ ابو جعفر محمد بن ابی القاسم العلوی قال اخبرنا الشیخ العارف ابوالخیر بشر بن محفوظ ببغداد بمنزلہ الحدیث ۔ یعنی ہم سے شیخ

ابوالفتوح محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغدادی نے حدیث بیان کی کہ ہم کو سیّد ابوجعفر محمد علوی نے خبر دی کہ ہم سے شیخ عارف باللہ ابوالخیر بشر بن محفوظ بغدادی نے اپنے دولت خانے پر بیان فرمایا کہ ایک روز میں اور بارہ صاحب اور (جن کے نام حدیث میں مفصل مذکور ہیں) خدمت اقدس حضور پُرنور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں حاضر تھے کہ حضور نے فرمایا، لِيَطْلُبْ كُلٌّ مِنْكُمْ حَاجَةً أُعْطِيهَا لَهُ۔ تم میں ہر ایک ایک مراد مانگے، کہ ہم عطا فرمائیں (اس پر دس صاحبوں نے دینی حاجتیں متعلق علم و معرفت اور تین شخصوں نے دنیوی عہدہ و منصب کی مرادیں مانگیں جو بتفصیل مذکور ہیں)

حضور پُرنور رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔

كُلًّا نُمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝	ہم ان اہلِ دین اور ان اہلِ دنیا سب کی مدد کرتے ہیں، تیرے رب کی عطا سے اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔

خدا کی قسم! جس نے جو مانگا تھا پایا، میں نے یہ مراد چاہی تھی کہ ایسی معرفت مل جائے کہ واردات قلبی میں مجھے تمیز ہو جائے کہ یہ وارد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ نہیں۔ (اوروں کو ان کی مرادیں ملنے کی تفصیل بیان کر کے فرماتے ہیں)۔

وَاَمَّا انا فان الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضع یدہ علی صدری وانا جالس بین یدیہ فی مجلسہ ذٰلک فوجدت فی الوقت العاجل نوراً فی صدری وانا الی الاٰن افرق بہ بین موارد الحق والباطل واميز بہ بین احوال الھدیٰ والضلال وکنت قبل ذٰلک شدید القلق لالتباسھا علیّ۔

> اور میری یہ کیفیت ہوئی کہ میں حضور کے سامنے حاضر تھا۔ حضور نے اسی مجلس میں اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر رکھا۔ فوراً ایک نور میرے سینے میں چمکا کہ آج تک میں اسی نور سے تمیز کر لیتا ہوں کہ یہ وارد حق ہے اور یہ

باطل، یہ حال ہدایت ہے اور یہ گمراہی، اور اس سے پہلے مجھے تمیز نہ ہو سکنے کے باعث سخت قلق رہا کرتا تھا۔

حدیث چہارم

اور سنئے: امام ممدوح اسی کتاب جلیل میں اس سند عالی سے راوی کہ

اخبرنا ابو محمد الحسن ابن ابی عمران القرشی و ابو محمد سالم بن علی الدمیاطی قال اخبرنا الشیخ العالم الربانی شہاب الدین عمر السہروردی الحدیث ——— یعنی ہمیں ابو محمد قرشی و ابو محمد دمیاطی نے خبر دی دونوں نے فرمایا کہ ہمیں حضرت شیخ الشیوخ شہابُ الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سردار سلسلہ سہروردیہ نے خبر دی کہ مجھے علمِ کلام کا بہت شوق تھا، میں نے اس کی کتابیں از بر حفظ کرلی تھیں اور اس میں خوب ماہر ہوگیا تھا۔ میرے عمِ مکرم پیرِ معظم حضرت سیّدی نجیب الدین عبد القاہر سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ مجھ کو منع فرماتے تھے۔ اور میں باز نہ آتا تھا۔ ایک روز مجھے ساتھ لے کر بارگاہ غوثیت پناہ میں حاضر ہوئے۔ راہ میں مجھ سے فرمایا۔ اے عمر! ہم اس وقت اس کے حضور حاضر ہونے کو ہیں جس کا دل اللہ تعالےٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ دیکھو ان کے سامنے باحتیاط حاضر ہونا، کہ ان کے دیدار سے برکت پاؤ۔

جب ہم حاضرِ بارگاہ ہوئے میرے پیر نے حضرت سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے عرض کی اے میرے آقا! یہ میرا بھتیجا علم کلام میں آلودہ ہے میں منع کرتا ہوں، نہیں مانتا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ اے عمر! تم نے علمِ کلام میں کون سی کتاب حفظ کی ہے۔ میں نے عرض کی فلاں فلاں کتابیں

فأمرّ یدہ علی صدری فواللہ ما نزعہا وانا احفظ من تلک الکتب لفظۃً وانسانی اللہ جمیع مسائلہا ولکن وقر اللہ فی صدری العلم اللدنی فی الوقت العاجل فقمت من بین یدیہ وانا انطق بالحکمۃ وقال لی یاعمر! انت آخر المشہورین بالعراق ۔ قال وکان الشیخ عبد القادر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان الطریق والتصرف فی الوجود علی التحقیق۔
حضور نے دست مبارک میرے سینے پر پھیرا، خدا تعالیٰ کی قسم! ہاتھ ہٹانے نہ پائے تھے کہ مجھے ان کتابوں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا۔ اور ان کے تمام مطالب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلا دیئے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں فوراً علم لدنی بھر دیا۔ تو میں حضور کے پاس سے علم الٰہی کا گویا ہو کر اٹھا۔ اور حضور نے مجھ سے فرمایا ملک عراق میں سب سے پچھلے نامور تم ہو گے۔ یعنی تمہارے بعد عراق بھر میں کوئی اس درجۂ شہرت کو نہ پہنچے گا۔
اس کے بعد امام شیخ الشیوخ سہروردی فرماتے ہیں۔
حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہِ طریق ہیں۔ اور تمام عالم میں یقیناً تصرف فرمانے والے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
پھر امامِ مذکور بسند خود حضرت شیخ نجم الدین تفلیسی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں۔
میرے شیخ حضرت شیخ الشیوخ نے مجھے بغداد مقدس میں چلّے میں بٹھایا تھا۔ چالیسویں روز میں واقعہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ الشیوخ ایک بلند پہاڑ پر تشریف فرما ہیں۔ اور ان کے پاس بکثرت جواہر ہیں۔ اور پہاڑ کے نیچے انبوہِ کثیر جمع ہے۔ حضرت شیخ بہیا نے بھر بھر کر وہ جواہر خلق پر پھینکتے ہیں۔ اور لوگ لوٹ رہے ہیں۔ جب جواہر کمی پر آتے ہیں خود بخود بڑھ جاتے ہیں۔ گویا چشمے سے اُبل رہے ہیں۔
دن ختم کر کے میں خلوت سے باہر نکلا اور حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جو دیکھا تھا عرض کروں میں کہنے نہ پایا تھا کہ حضرت شیخ نے فرمایا۔ جو تم نے دیکھا وہ حق ہے۔ اور اس جیسے کتنے ہی، یعنی صرف اتنے ہی جواہر نہیں جو تم نے دیکھے، بلکہ اتنے اتنے اور بہت سے ہیں، یہ وہ جواہر ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علمِ کلام کے بدلے میرے سینے میں بھر دیئے ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اس سے بڑھ کر دلوں پر قابو اور کیا ہوگا کہ ایک ہاتھ مار کر تمام حفظ کی ہوئی کتابیں یکسر محو فرما دیں کہ نہ ان کا ایک لفظ یاد رہے اور نہ اس علم کا کوئی مسئلہ، اور ساتھ ہی علم لدنیؔ سے سینہ بھر دیں۔

حدیث پنجم اور سنیئے: امام ممدوح اسی کتاب جلیل الفتوح میں اس سند عالی سے راوی۔

حدثنا الشیخ الصالح ابو عبد اللہ محمد بن کامل بن ابو نعش الحسینی قال سمعت الشیخ العارف ابا محمد مفرج بن بن بنہان بن دکان الشیبانی۔ یعنی ہم سے شیخ صالح ابو عبداللہ محمد حسینی نے حدیث بیان کی کہ میں نے شیخ عارف ابو محمد مفرج کو فرماتے سُنا کہ جب حضور پر نور رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا شہرہ ہوا۔ فقہائے بغداد سے سو فقیہ کہ فقاہت میں سب سے اعلیٰ اور ذہین تھے۔ اس بات پر متفق ہوئے، کہ انواع علوم سے سو مختلف مسئلے حضور سے پوچھیں۔ ہر فقیہ اپنا جدا مسئلہ پیش کرے، تاکہ انہیں جواب سے بند کر دیں۔ یہ مشورہ گانٹھ کر سو مسئلے الگ الگ چھانٹ کر حضور اقدس کی مجلس وعظ میں آئے۔ حضرت شیخ مفرج فرماتے ہیں۔ میں اس وقت مجلس وعظ میں حاضر تھا۔ جب وہ فقہاء آکر بیٹھ لئے حضور پُر نور رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سر مبارک جھکایا اور سینۂ انور سے نور کی ایک تجلی چمکی جو کسی کو نظر نہ آئی، مگر جسے خدا تعالےٰ نے چاہا اس تجلی نے ان سب فقیہوں کے سینوں پر دورہ کیا، جس جس کے سینے پر گزرتی ہے وہ حیرت زدہ ہو کر تڑپنے لگتا ہے۔ پھر وہ سب فقہاء ایک ساتھ سب چلّانے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، اور سر ننگے ہو کر منبر اقدس پر گئے اور اپنے سر حضور پُر نور کے قدموں پر رکھے، تمام مجلس سے ایک شور اٹھا جس سے میں نے سمجھا کہ بغداد دہل گیا۔ حضور پُر نور ان فقیہوں کو ایک ایک کر کے اپنے سینۂ مبارک سے لگاتے اور فرماتے تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ یونہی ان سب کے مسائل اور ان کے جواب ارشاد فرما دیئے

جب مجلس مبارک ختم ہوئی تو میں ان فقیہوں کے پاس گیا اور ان سے کہا یہ تمہارا حال کیا ہوا تھا؟ بولے۔

لمّا جلسنا فقدنا جمیع ما نعرفه من العلم حتیٰ کانه نسخ منّا فلم یمرّ بنا قط فلمّا ضمّنا الی صدره رجع الی کل منّا ما نزع عنه من العلم ولقد ذکّرنا مسائلنا التی هیأ نا ها له وذکر فیها اجوبة،

جب ہم وہاں بیٹھے جتنا آتا تھا، دفعۃً سب ہم سے گم ہو گیا، ایسا مٹ گیا کہ کبھی ہمارے پاس ہو کر نہ گزرا تھا۔ جب حضور نے ہمیں اپنے سینۂ مبارک سے لگایا، ہر ایک کے پاس اس کا چھنا ہوا علم پلٹ آیا، ہمیں وہ اپنے مسئلے بھی یاد نہ رہے تھے جو حضور کے لئے تیار کر کے لے گئے تھے۔ حضور نے وہ مسائل بھی ہمیں یاد دلائے اور ان کے وہ جواب ارشاد فرمائے جو ہمارے خیال میں بھی نہ تھے۔

اس سے زیادہ قلوب پر اور کیا قبضہ درکار ہے کہ ایک آن میں اکابر علماء کو تمام عمر کا پڑھا لکھا سب بھلا دیں اور پھر ایک آن میں عطا فرما دیں۔

حدیث ششم اور سنئے: امام ممدوح اسی کتاب مبارک میں اس سندِ جلیل سے راوی کہ،

اخبرنا الشیخ ابو الحسن علی بن عبد اللّٰہ الابهری وابو محمد سالم الدمیاطی الصوفی قالا سمعنا الشیخ شهاب الدین السهروردی الحدیث —— یعنی ہمیں شیخ ابو الحسن ابہری و ابو محمد سالم الدمیاطی الصوفی نے خبر دی، دونوں نے فرمایا کہ ہم نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو فرماتے سنا کہ میں ۵۶۰ھ میں اپنے شیخ معظم و عم مکرم حضرت سیدی نجیب الدین عبد القادر سہروردی کے ہمراہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوا۔ میرے شیخ نے حضور کے ساتھ عظیم ادب برتا۔ اور حضور کے ساتھ ہمہ تن گوش بے زبان ہو کر بیٹھے۔ جب ہم مدرسۂ نظامیہ کو واپس آئے میں نے اس ادب کا حال پوچھا۔ فرمایا۔

کیف لا اتأدب مع من صرفنہ مالکی فی قلبی وحالی وقلوب الاولیاء واحوالھم ان شاء امسکھا وان شاء ارسلھا۔

میں کیوں کران کا ادب نہ کروں، جن کو میرے مالک نے دل اور میرے حال اور تمام اولیاء کے قلوب و احوال پر تصرف بخشا ہے، چاہیں روک لیں چاہیں چھوڑ دیں

کیسے قلوب پر کیسا عظیم قبضہ ہے۔

حدیث ہفتم

اور سنیئے: اور سب سے اجل و اعلیٰ سنیئے۔ امام ممدوح قدس سرہٗ اسی کتاب عالی نصاب میں اسی سند صحیح سے روایت فرماتے ہیں کہ،

حدثنا الشیخ ابو محمد القاسم بن احمد الھاشمی الحرمی الحنبلی قال اخبرنا الشیخ ابو الحسن علی الخباز قال اخبرنا الشیخ ابو القاسم عمر بن مسعود البزار۔ الحدیث ـــــ یعنی شیخ ابو محمد ہاشمی ساکن حرم محترم نے ہم سے حدیث بیان کی کہ انہیں عارف باللہ حضرت ابو الحسن علی خباز نے خبر دی کہ انہیں امام اجل عارف اکمل سیدی عمر بزار نے خبر دی کہ میں پندرہ جمادی الآخرہ ۵۵۶ھ روز جمعہ کو حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہمراہ مسجد جامع کو جاتا تھا۔ راہ میں کسی شخص نے حضور کو سلام نہ کیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا سخت تعجب ہے۔ ہر جمعہ کو تو خلائق کا حضور پر وہ ازدحام ہوتا تھا کہ ہم مسجد تک بمشکل پہونچ پاتے تھے۔ آج کیا واقعہ ہے کہ کوئی سلام تک نہیں کرتا۔ یہ بات ابھی میرے دل میں پوری آنے بھی نہ پائی تھی کہ حضور پر نور رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور معاً لوگ تسلیم و مجرا کے لئے چاروں طرف سے دوڑ پڑے یہاں تک کہ میرے اور حضور کے بیچ میں حائل ہو گئے۔ میں اس ہجوم میں حضور سے دور رہ گیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس حالت سے تو وہی پہلا حال اچھا تھا۔ یعنی دولت قرب تو نصیب تھی ـــــ یہ خطرہ میرے دل میں آتے ہی معاً حضور نے میری طرف پھر کر دیکھا اور تبسم فرمایا۔ اور ارشا

کیا اے عمر ہم ہی نے تو اس کی خواہش کی تھی ۔

اوما علمت ان قلوب الناس بیدی ان شئت صرفتھا عنی وان شئت اقبلت بھا الی ۔ یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں چاہوں تو اپنی طرف سے پھیر دوں اور چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمنا بہ وجعلنا لہ وبہ والیہ ولم یقطعنا بجاھہ لدیہ آمین ۔

یہ حدیث کریم (مذکورہ بالا) بعینہ انہیں الفاظ سے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے نزہۃ الخاطر الفاتر شریف میں ذکر کی ۔ عارف باللہ سیدی نور الملۃ والدین جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں اس حدیث کو لاکر ارشاد اقدس کا ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں ۔

"ندانستہ کہ دلہائے مردم بدست من است اگر خواہم دلہائے ایشاں را از خود گردانم ، واگر خواہم روئے در خور کنم"

تو نہیں جانتا کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اگر چاہوں تو ان لوگوں کے قلوب زخود پھیر دوں اور اگر چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں ۔ ۱۲م

یہی تو اس سگِ کوئے قادری غفرلہ بمولاہ نے عرض کیا تھا ۔ ع

بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

اور دو شعر بعد عرض کیا تھا ے

کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ایسی کر   کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا

اِس قصیدۂ مبارک کے وصل چہارم میں ان اشقیا کا رد تھا جو حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص شان کرتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ انکے ناپاک کلموں سے غلامانِ بارگاہ کے قلب پر کیا کچھ صدمہ نہیں پہونچتا ۔ اپنے اور اپنے خواجہ تاشوں کی تسکین کو وہ مصرع تھا جس طرح دوسری جگہ عرض کیا ہے ے

رنج اعدا کا رضا چارہ ہی کیا ہے جب انہیں
آپ گستاخ رکھے حلم و شکیبائی دوست